انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اہل البیت و یطہرکم تطہیرا

بیشک اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہل بیت تم سے ہر برائی کو دور رکھے اور پاک کردے حق پاک کرنے کا

۲۶۰۷

سیدہ طاہرہ

یعنی

حضرت فاطمہ زہرا کی مختصر سوانح عمری

مؤلفہ

فاضل محقق عالم مدقق شمس الواعظین جناب مولانا و مقتدانا مولوی سید ظفر حسن صاحب قبلہ امروہوی

باہتمام مرزا محمد جواد
نظامی پریس لکھنؤ میں چھپی

فہرست مضامین

نمبر	مضمون	صفحہ
۱	حضرت فاطمہ زہرا کا نسب	۵
۲	حضرت فاطمہ کی ولادت	۶
۳	حضرت فاطمہ کا بچپن	۷
۴	جناب خدیجہ کی وفات	۱۱
۵	حضرت فاطمہ کی پرورش	۱۴
۶	حضرت فاطمہ کی تعلیم	۱۵
۷	بچپن میں رسول کی خدمت	۱۸
۸	حضرت فاطمہ کی مدینہ میں تشریف آوری	۱۹
۹	جناب فاطمہ کی شادی	۲۰
۱۰	حضرت فاطمہ کی رخصت	۲۵
۱۱	حضرت فاطمہ کی گھر گرستی	۳۰
۱۲	جنگ احد میں حضرت فاطمہ کی خدمات	۳۴
۱۳	جنگ خندق اور جناب فاطمہ	۳۷
۱۴	ہبہ فدک	۳۹
۱۵	مباہلہ اور جناب فاطمہ اور نزول آیہ تطہیر	//
۱۶	حجۃ الوداع اور جناب فاطمہ	۴۲
۱۷	وفات رسول اور جناب فاطمہ	۴۳

صفحہ	مضمون	نمبر
۵۰	جناب فاطمہ کا گھر جلانا	۱۹
۵۴	جناب فاطمہ کی وفات	۲۰
۵۸	جناب فاطمہ کی اولاد	۲۱
۵۹	جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کی اکلوتی بیٹی تھیں	۲۲
۶۳	جناب فاطمہ سے متعلق احادیث	۲۳
۶۶	حضرت فاطمہ کے فضائل قرآن سے	۲۴
۶۸	رسول کے دل میں فاطمہ کی محبت	۲۵
۶۹	حضرت فاطمہ کے دل میں رسول کی محبت	۲۶
۷۲	حضرت فاطمہ اور حضرت علی کے باہمی تعلقات	۲۷
	باب دوم (فضائل نفسانی)	
۷۷	حضرت فاطمہ کی عبادت اور خوف الٰہی	۱
۸۰	درگاہ الٰہی میں حضرت فاطمہ کا وقار	۲
۸۵	مفلسی میں حضرت فاطمہ کا استغنا	۳
۸۹	حضرت فاطمہ کی عام رعایت اور دینی احتیاط	۴
۹۰	حضرت فاطمہ کی سخاوت	۵
۹۵	حضرت فاطمہ کی شرم وحیا	۶
۹۶	حضرت فاطمہ کے خلق عظیم کی ایک بے نظیر مثال	۷
۹۷	حضرت فاطمہ کے خُطبے	۸

دیباچہ

ہماری یہ کتاب چہاردہ معصومین علیہم السلام کے سلسلہ حالات کی تیسری کڑی ہے جو خصوصیت کے ساتھ شیعہ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے لکھی گئی ہے، اس سلسلہ میں اس کا پورا لحاظ ہے کہ عملی زندگی کے نمایاں پہلوؤں پر روشنی پڑے تاکہ ہماری نئی پود میں عملی جوش پیدا ہو اور وہ جان لیں کہ انکے مذہبی پیشوا اور دینی رہنما روحانی کمالات کے کن اعلیٰ مراتب پر فائز تھے۔ اس زمانہ میں جبکہ انگریزی تعلیم اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید نے ہمارے نوجوانوں کو مذہب سے قطعاً بے خبر کر دیا ہے، اسکی سخت ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی مختصر رسالوں کی صورت میں ترتیب دیے جائیں تاکہ لڑکے اور لڑکیاں اور کم استعداد کے لوگ آسانی سے مذہبی معلومات حاصل کر سکیں۔ ہم نے اس رسالہ میں معتبر و موثق روایات کو درج کرنے کا خاص اہتمام کیا ہے اور محض تاریخی واقعات کے بیان پر اکتفا کی ہے۔ زبان کو حتی المقدور آسان اور زمانۂ حال کے مطابق بنایا ہے۔ امید ہے کہ یہ ناچیز خدمت مقبول خاص و عام ہو گی۔

ناچیز مؤلف

سید ظفر حسن امروہوی

جنة البقيع
روضۂ مبارکہ حضرت سیدہ طاہرہ صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب اوّل

حالات و واقعات

(۱) حضرت فاطمہ زہرؑا کا نسب

سیدۂ عالم حضرت فاطمہ زہرا جناب رسولخدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اکلوتی اور چہیتی بیٹی تھیں۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ بنت خویلد تھا۔ یہ ہمارے رسول کی سب سے پہلی بی بی تھیں۔ جب تک یہ زندہ رہیں حضرتؐ نے دوسری شادی نہیں کی۔ ان کا مرتبہ تمام ازواج میں وہی تھا جو چاند کا مرتبہ ستاروں میں ہے۔ عورتوں میں سب سے پہلے یہی حضرت رسولخدا پر ایمان لائی تھیں۔

حضرت خدیجہ مکہ معظمہ کی ایک بڑی متمول بیوہ خاتون تھیں۔ ان کا ہزارہا روپیہ کا تجارتی کاروبار تھا۔ چالیس سال کی عمر میں جب انھوں نے حضرت رسولخدا سے عقد ثانی کیا تو اپنی تمام دولت حضرت کے قدموں پر ڈال دی اور اسکے متعلق پورا پورا اختیار آپ کو دیدیا، آپ نے یہ تمام دولت تبلیغ اسلام میں صرف کی۔ اس مال کی وجہ سے آپ کو بڑا اطمینان حاصل ہوا، اس سے قبل چونکہ آپ کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے آپ کو بڑی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا

(۱) خدیجہ کو میری امت کی عورتوں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسے مریم بنت

عمران کو دنیا کی تمام عورتوں پر۔

(۲) جنتی عورتوں میں چار عورتیں سب سے افضل ہیں۔ مریم بنت عمران خدیجہ بنت خویلد فاطمہ بنت محمد اور آسیہ بنت مزاحم (زوجہ فرعون)

(۳) خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب تمام دنیا مجھے جھوٹا جانتی تھی۔

(۲) حضرت فاطمہ کی ولادت

حضرت فاطمہ زہرا جناب رسولخدا کی بعثت کے پانچویں سال ۲۰۔ ماہ جمادی الثانی روز جمعہ صبح صادق کے وقت زینت بخش دولت کدۂ جناب سرور انبیا ہوئیں۔ جس طرح ہمارے بارہ امام معصوم ہیں اسی طرح جناب سیدہ بھی معصومہ تھیں یعنی اول عمر سے آخر عمر تک کوئی گناہ عمداً یا سہواً ان سے ہوا ہی نہیں

جب حضرت رسول خدا کو اپنی پیاری بیٹی کے پیدا ہونے کی خبر ہوئی تو گھر میں تشریف لائے اور اپنی نور دیدہ کو گود میں لیکر پیار کیا اور دعا دیکر فرمانے لگے

"یہ میری بیٹی زنانِ عالم کی سردار ہے"

حضرت نے اپنی اس پارۂ جگر کا نام فاطمہ رکھا لیکن اس نام کے علاوہ جناب سیدہ کے اور بھی بہت سے نام ہیں جن میں سے بعض کو ہم مع وجہ تسمیہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) فاطمہ۔ آنحضرت فرماتے تھے میری بیٹی فاطمہ نوع انسان میں حور ہے اسکا نام فاطمہ اسلئے رکھا ہے کہ خدا نے اسکو آتشِ دوزخ سے نجات بخشی ہے (مودۃ القربیٰ)

(۲) بتول۔ یہ نام اسلئے رکھا گیا کہ وہ اس نجاست سے جو عموماً عورتوں کو ہوا کرتی ہے بالکل پاک تھیں کیونکہ انبیاء کی بیٹیوں کے لئے یہ عیب ہے (مودۃ القربیٰ)۔

(۴) زہرا۔ یہ نام اس لئے تھا کہ جب آپ محراب عبادت میں کھڑی ہوتی تھیں تو آپ کا نور اہل آسمان کو روشنی بخشتا تھا جسطرح ستارے اہل زمین کو روشنی دیتے ہیں۔ (جلاء العیون) حضرت رسولخدا اکثر اپنی بیٹی کو اسی نام سے پکارا کرتے تھے (رسالہ خاتون جنت)

(۵) سیدۃ النسا۔ آنحضرت فرماتے تھے، فاطمہ! تم جہان کی عورتوں کی سردار ہو، تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو تم اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہو۔ (رسالہ سیرۃ الزہرا)

(۶) افضل النسا وخیر النسا۔ چونکہ آپ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل و بہتر تھیں اسلئے یہ لقب دیا گیا آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے فاطمہ میری امت کی عورتوں سے بہتر ہے (ارجح المطالب)

(۷) مریم کبریٰ حضرت سیدہ کا مرتبہ یقیناً حضرت مریم سے زیادہ تھا کیونکہ نہ اُن کے باپ کسیدہ کے سے باپ تھے اور نہ انکی اولاد سیدہ کی اولاد کے مساوی تھی (الزہرا)

(۸) صدّیقہ چونکہ آپ نے روز ولادت سے روز وفات تک کبھی کوئی جھوٹ بولا ہی نہیں اسلئے یہ لقب ہوا۔ دوسری کوئی عورت اس مخصوص لقب میں آپکی شریک نہیں۔

(۳) حضرت فاطمہ کا بچپن

حضرت فاطمہ کی ولادت سے پانچ سال قبل آنحضرت اپنی رسالت کا اعلان فرما چکے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جب کفار قریش آپ کے جانی دشمن بنے ہوئے تھے اور اسلام کی ترقی میں جہانتک ان سے ممکن تھا روڑے اٹکا رہے تھے۔ جب کسی کے مسلمان ہونے کی خبر اُن کے کانوں میں پہنچتی تھی تو تن بدن میں آگ لگ جاتی

ان کی نظروں میں خار [illegible]
کرتے رہتے تھے۔

ایک بار انھوں نے حضرت رسولخدا اور ان کے خاندان والوں کا بائیکاٹ کر دیا یعنی آپس میں یہ معاہدہ کرلیا کہ اس خاندان کے ہاتھ نہ کوئی شئے فروخت کرینگے اور نہ ان سے شادی و غمی کے تعلقات قائم رکھیں گے۔ یہ واقعہ اعلان بعثت کے ساتویں سال کا ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ پیر تلے کی چیونٹی بھی دشمن ہو رہی ہو آنحضرت کو مکّہ میں رہنا دشوار تھا مجبوراً آپ مع اپنے متعلقین کے ترک سکونت کر کے شعب ابیطالب میں جو اس خاندان کا موروثی درّہ تھا چلے گئے۔ حضرت فاطمہ بھی جن کی عمر ۲ سال کی تھی حضرت کے ساتھ گئیں۔ تقریباً ۳ سال یہ خاندان یہاں رہا۔ کون سا دُکھ تھا جو اس مدت میں نہ اٹھایا، کون سی تکلیف تھی جو نہ سہی، اکثر اوقات سامانِ خورد و نوش میسر نہ آنے سے کئی کئی روز متواتر فاقے کرنے پڑے، حضرت فاطمہ بھی اس مصیبت میں اپنے والدین کی شریک حال تھیں۔

اگرچہ یہ عمر واقعات کو سمجھنے کی نہ سہی مگر دل کو تکلیف کا احساس تو تھا۔ ننھی سی بچی جب فاقے سے نڈھال ہوتی ہوگی تو دیکھنے والوں کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔ اس پریشانی کے عالم میں آنحضرت کے ٹوٹے دل کا سہارا یہی بچی تھی اسی کو سینہ سے لگا کر اپنا غم غلط کر لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ کے بھتیجے حکیم بن حزام نے کچھ گیہوں اپنے ایک غلام کے ہاتھ بھیجے۔ ابوجہل ملعون نے اس کو لیجاتے دیکھ لیا فوراً اسکے پیچھے بھاگا اور اُسے وہاں جانے سے روکنے لگا ایک قریشی جوان یہ واقعہ دیکھ رہا تھا اُس نے ابوجہل کو ڈانٹ کر کہا، تو کیسا سنگدل آدمی ہے، ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ بھیجنا چاہتا

الغرض اس نے وہ گیہوں بھجوا دیے اور اسی وقت سے یہ ارادہ کر لیا کہ قریش کے اس معاہدے کو توڑنا چاہیے۔ چنانچہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا اور بنی ہاشم کو ایک مدت کے بعد پھر شہر میں آنا نصیب ہوا۔

انبیا کی اولاد عام بچوں کی طرح ناز و نعمت میں پرورش نہیں پایا کرتی بلکہ اُن کو مصائب و آلام برداشت کرنے کا شروع ہی سے عادی بنایا جاتا ہے اور دنیوی عیش و آرام کو بچپن ہی سے انکی نظر میں حقیر و ذلیل بنایا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ زہرا اول تو ایسے گھر ہی میں پیدا نہ ہوئی تھیں جہاں دنیا کے عام گھروں کی طرح عیش و آرام کا چرچا ہوتا۔ پھر قریش کی نت نئی دل آزاریوں نے رہا سہا اطمینان بھی خاک میں ملا دیا تھا۔

عام لڑکیوں کی طرح جناب سیّدہ میں نہ ہٹیں تھیں نہ ضدیں۔ نہ اچھے کھانے کی خواہش نہ اچھے پہننے کی آرزو۔ نہ کسی بات پر روٹھنا نہ مچلنا نہ زیور کا شوق نہ بناؤ سجاؤ کی فکر نہ تکلف سے واسطہ نہ چوچلے سے رغبت۔ جو کھانا وقت پر مل گیا خدا کا شکر کر کے بخوشی کھا لیا جو کپڑا اماں باپ نے پہنا دیا بخوشی پہن لیا۔

حضرت خدیجہ جب گھر کا کام کاج کرتیں تو اپنی ننھی سی بچی کو پاس بٹھا لیتیں اور ایک ایک بات کو سمجھاتی جاتیں، گھر گرستی کے قاعدے اور خانہ داری کے معاملات، دوستوں اور عزیزوں کے تعلقات، ہمسایوں کے حقوق موقع موقع کے لحاظ سے بتاتی رہتیں، اس قسم کی تعلیم تو ماں سے حاصل ہوتی تھی اور اخلاقی اور روحانی تعلیم کے لئے رسول خدا جیسے باپ تھے۔ آپ بڑے شوق سے اپنی پیاری بیٹی کو صلاح و تقوے کی تعلیم دیتے اور حسنات آخرت کی طرف توجہ دلاتے ان کی تعلیم کا قیاس عام لوگوں کی تعلیم پر نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بہت سے روحانی کمالات خدا کے یہاں سے لیکر آئے تھے ان کی طبیعتیں خاص طبیعتیں تھیں۔ ان کو

... جن بی بی نے حضرت رسولؐ جیسے باپ کی آغوش میں تربیت پائی ہو بھلا اسکی ذات میں کون سا کمال باقی رہ گیا ہوگا۔ اول تو خدا نے بہت سے فطری کمالات سے آراستہ کرکے بھیجا ہی تھا پھر پرورش کو گود ملی تو ایسے شخص کی جو نوع انسان کا فخر اور عالموں کے لئے مجسم ہدایت تھا۔

اسی گود میں رہ کر انھوں نے وہ سیکھا جسکا ہزارواں حصہ بھی اسکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والی لڑکیوں کو میسر نہیں آتا۔ حضرت سیّدہ کے والدین نے کبھی انکو لباس و زیور سے آراستہ کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ روحانی کمالات اور اخلاقی فضائل کے زیوروں سے جتنا سجا سکتے تھے سجا دیا۔ ہم ذیل میں دو واقعے ان کے بچپن کے زمانہ کے ذکر کرتے ہیں جن سے ان کے علوِ نفس کا کسی قدر پتہ چل سکتا ہے۔

جناب خدیجہ کی زندگی میں ایک بار ان کے کسی عزیز کی شادی تھی۔ آپ نے حضرت فاطمہ اور اپنی پروردہ لڑکیوں (زینب، رقیہ، اُم کلثوم) کو اچھے اچھے کپڑے اور زیور بنوائے تھے، شادی کے روز اور لڑکیوں نے تو خوشی سے زیور پہن لئے لیکن جناب سیّدہ نے جنکی عمر پانچ سال کی تھی زیور پہننے سے صاف انکار کر دیا (منقول از رسالہ خاتون جنّت صـ۵۵)

ایک بار جناب خدیجہ کسی عزیز کے یہاں شادی میں جانے والی تھیں لیکن حضرت فاطمہ کے بہلانے کے لئے نہ کوئی بنا جوڑا تھا نہ کسی قسم کا زیور اس خیال سے کہ وہاں دوسری لڑکیوں کو آراستہ پیراستہ دیکھکر بچی ملول اور رنجیدہ ہوگی، اپنا جانا ملتوی کرنے لگیں۔ حضرت فاطمہ نے کہا امّاں جان! آپ کیوں نہیں جاتیں؟ فرمایا بیٹی! تمھارے لئے شرکت کا کوئی سامان نہیں جاؤں تو کیسے جاؤں۔ عرض کی امّاں جان! مجھے کسی سامان کی ضرورت نہیں۔ میں ان ہی سادے کپڑوں سے آپ کے ساتھ چلوں گی میرے ابّاجان نے مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ مسلمان کی بیٹی کا زیور نکوکاری و پرہیزگاری

۴۔ جناب خدیجہ کی وفات

(بعثت کے دسویں سال)

ابھی جناب سیدہ کی عمر پانچ ہی سال کی تھی کہ ان کی شفیق ماں مرض الموت میں مبتلا ہوگئیں۔ چھوٹی عمر، ننھی سی جان۔ جتنی تیمارداری کر سکتی تھیں کی، ہر وقت بیمار ماں کے پاس بیٹھی رہتیں۔ اگر ذرا اچھی حالت میں پاتیں تو چہرہ بشاش ہوجاتا ورنہ خزاں دیدہ پھول کی طرح کملائی رہتیں۔ ماں سے یہ حالت نہ دیکھی جاتی سینہ سے لگا کر پیار کرتیں اور دلاسا دیتیں۔

ایک دن جب جناب خدیجہ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا تو غمزدہ بیٹی کو چھاتی سے لگا کر بڑی دیر تک روتی رہیں۔ حضرت سیدہ کی عمر ابھی یہ سمجھنے کی نہ تھی کہ ماں کے اس غیر معمولی گریہ کا سبب کیا ہے۔ پوچھا اماجان! کیا آج آپ پر کوئی خاص تکلیف ہے جو اس طرح آپ مجھے سینہ سے لگا کر رو رہی ہیں؟ انھوں نے فرمایا بیٹی! اب وہ وقت قریب آگیا کہ یہ حسرت نصیب ماں ہمیشہ کے لئے تم سے جدا ہوجائے آہ میں نے تمھاری بہار نہ دیکھی" یہ کہتے کہتے موت کا پسینہ آیا اور دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

حضرت سیّدہ کے لئے یہ وقت بھی عجیب مصیبت کا تھا کمسنی میں خدا کسی بچہ کو ماں کی آغوش سے جدا نہ کرے۔ کون نہیں جانتا کہ بچوں کی تربیت میں باپ کی نسبت ماں کو کتنا زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ جس خوبی سے بچوں کو پال سکتی ہے باپ سے ممکن نہیں۔ حضرت سیدہ کے لئے ایک خاص دقت یہ بھی تھی کہ وہ اپنی والدہ سے ایسے وقت میں جدا ہوئی تھیں جبکہ شفیق باپ ہر وقت اپنے مصائب میں گرفتار تھے۔ اور قریش کے مظالم سے ایک آن بھی اطمینانی سانس نہ لے سکتے تھے

حضرت خدیجہ سے نہ صرف جناب سیدہ کی راحت وابستہ تھی بلکہ حضرت رسولِ خدا
کو بھی ان سے بڑی ڈھارس تھی، وہ آپ کی سچی رفیق تھیں، سچی غمگسار تھیں، سچی
ہمدرد تھیں ان سے حال دل کہکر آپ کا جی ہلکا ہوتا تھا بے چین دل کو چین آتا
تھا۔ اب گھر اِن سے خالی دیکھکر جو دل پر گزرتی ہوگی اسکا کون اندازہ کر سکتا ہے
کفار کی بدسلوکیاں دیکھ کر جب آنحضرتؐ محزون و مغموم گھر میں تشریف لاتے
تو یہاں ایک کمسن بچی کے سوا اور تھا کون جسکو اپنی دردبھری داستان سُنا کر گھڑی
دو گھڑی کو غم غلط کر لیتے۔ حضرت کا تو یہ عالم اور سیدہ کا یہ حال کہ دن رات ماں
کی یاد میں رویا کرتیں۔ گھر کا ایک گوشہ تھا اور خدیجہ کی وہ ننھی سی سوگوار۔ خاندان
کی عورتیں ہرچند تسلی دیتیں، دل ہاتھوں میں لیتیں مگر سیدہ کے دل کو قرار کہاں
جب تک حضرتؐ گھر میں رہتے چہرہ پر ذرا رونق رہتی اِدھر دروازہ سے آپ کا
قدم نکلا اور سیدہ پر افسردگی چھائی۔ غرضکہ یہ واقعہ باپ اور بیٹی دونوں کو حد درجہ
تکلیف پہونچانے والا اور دل توڑنے والا تھا۔ اِسی لئے حضرت نے اس سال کا نام
عام الحُزن یا غم کا سال رکھا تھا۔ یہ ہجرت کے تین سال قبل کا واقعہ ہے۔

اسی سال ایک المناک واقعہ اور یہ پیش آیا کہ حضرت کے شفیق اور مربّی
چچا حضرت ابوطالب نے بھی اس دنیا سے رحلت کی۔ حضرت ابوطالب معمولی چچا
نہ تھے بلکہ باپ کی طرح شفقت و محبت کا برتاؤ کرنے والے تھے، آنحضرت کا دل
انکی زندگی میں بڑا قوی تھا، وہ ہر مصیبت میں سینہ سپر بنے رہتے تھے۔ خدیجہ
جیسی بی بی اور ابوطالب جیسے چچا کی جدائی کا صدمہ حضرت کے دل شکستہ ہونے
کے لئے بہت کافی تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان موتوں نے آنحضرت کو اپنے مقاصد
کی کامیابی میں بظاہر بہت کچھ مایوس بنا دیا تھا اور آپ کچھ ایسی دشواریوں میں
مبتلا ہو گئے تھے کہ انکا اندازہ کرنا مشکل ہے ...

پہلے حضرت ابو طالب نے وفات پائی پھر جناب خدیجہ نے

حضرت خدیجہ کا انتقال ۱۰۔ ماہ رمضان سنہ۱۰ نبوی میں ۶۵ سال کی عمر میں ہوا اور مقام حجون میں دفن کی گئیں، آنحضرت خود ان کی قبر میں اُترے اسوقت تک نماز جنازہ واجب نہ ہوئی تھی (سیرۃ النبی شبلی)

حضرت نے جناب خدیجہ کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا وہ یہ ہے۔

"قسم خدا کی خداوند عالم نے (میری بیبیوں میں) میرے لئے اس سے اچھا بدلہ نہ دیا۔ وہ اس وقت مجھ پر ایمان لائیں جب تمام لوگوں نے مجھ پر ایمان لانے سے انکار کیا اور انھوں نے اسوقت میری تصدیق کی جب تمام لوگوں نے میری تکذیب کی اور انھوں نے اسوقت اپنے مال سے میری اعانت کی جسوقت سب لوگوں نے مجھ کو مالی امداد دینے سے محروم رکھا اور خداوند عالم نے مجھ کو ان کے سوا اور کسی بی بی سے نعمت اولاد عطا نہ فرمائی (اصابہ فی معرفتہ الصحابہ منقول از حضرت عائشہؓ)

لکھا ہے کہ جناب سیدہ کو ماں کے غم میں مغموم و محزون دیکھ کر حضرت اپنا غم بھول جاتے تھے اور پیاری بیٹی کو اپنے زانو پر بٹھا کر میٹھی میٹھی باتیں کرنے لگتے تھے، ایکدن جناب سیدہ نے پوچھا بابا جان! میری اماں جان خدیجہ کہاں ہیں؟ فرمایا بیٹی وہ بہشت میں ہیں۔ پوچھا وہاں انھیں کوئی تکلیف تو نہیں۔ فرمایا وہ بہشت کے ایک ایسے مکان میں ہیں جہاں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ وہ مکان جناب مریم اور جناب آسیہ زن فرعون کے مکانوں کے درمیان واقع ہے، ننھی سی بچی نے خوش ہوکر پوچھا بابا جان یہ تو بتائیے وہ مکان کس چیز کا بنا ہوا ہے۔ فرمایا وہ موتی اور یاقوت سے آراستہ ہے (مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی)

(۵) حضرت فاطمہ کی پرورش

جناب سیدہ اپنی پرورش کے زمانے میں کسی بی بی سے خانہ داری کا سلیقہ سیکھنے، آداب مجلس حاصل کرنے یا اخلاقی تعلیم پانے کی محتاج نہ تھیں۔ اس کی تکمیل ماں باپ کی آغوش میں پہلے ہی ہو چکی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اِن اُمور کی تعلیم خدا کے یہاں سے حاصل کئے ہوئے آئی تھیں۔ چنانچہ جناب اُمّ سلمہ سے منقول ہے کہ جب حضرت رسولخدا نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور مجھ سے عقد کیا تو سیّدہ سلام اللہ علیہا کو میری سپرد فرمایا تاکہ میں انکی خدمت میں مشغول اور تربیت میں مصروف رہوں لیکن میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میں بجائے آداب سکھانے کے خود اُن سے آداب سیکھتی تھی۔ انکو کسی بات کے سکھانے کی مطلق ضرورت نہ تھی وہ مجھ سے کیا سب سے بہتر ان باتوں کو جانتی تھیں (جلاء العیون صـ ۸۹)

بہر حال حضرت خدیجہ کی وفات سے لیکر حضرت ام سلمہ کے عقد تک جناب سیدہ کی خدمت بہ حیثیت کنیز دو بیبیوں نے انجام دی ایک جناب اُمّ ایمن جو اس گھر کی پرانی خادمہ تھیں اور آنحضرت ؐ کو اپنے پدر بزرگوار سے وراثتاً ملی تھیں اور دوسری برکہ تھیں جو حضرت خدیجہ کی کنیز خاص تھیں اور جنکو انھوں نے اپنے صاحبزادوں قاسم و طیّب کی خدمت کے لئے رکھ لیا تھا، اس میں کوئی شک نہیں کہ جناب اُمّ ایمن نے اپنی خدمات کو نہایت ہمدردی وفاشعاری اور خیر خواہی کے ساتھ انجام دیا۔

ان دونوں کے علاوہ جناب سیدہ کی پرورش اور دلجوئی میں کئی خاندانی عورتیں بھی شریک تھیں جن میں سب سے زیادہ قابل ذکر حضرت فاطمہ بنت اسد زوجہ حضرت ابوطالب علیہ السلام ہیں [illegible]

جن کی وفات پر جناب سرورِ انبیا نے یہ پر حسرت کلمہ ارشاد فرمایا تھا اِنَّھَا اُمِّی بَعْدَ اُمِّی (یہ میری ماں کے بعد ماں تھیں) دوسری بی بی جناب ام الفضل حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ تھیں۔ یہ وہ معظمہ ہیں جنھوں نے حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو اپنے دو صاحبزادوں فضل اور قثم کا دودھ پلایا تھا اور جب تک زندہ رہیں جناب سیدہ کی خدمت کو اپنے لئے باعث شرف و سعادت سمجھتی رہیں۔ تیسری بی بی جناب اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیارؓ تھیں یہ وہ معظمہ ہیں جو بچپن سے لیکر وقت وفات تک برابر جناب سیدہ کی ہمدم و رفیق بنی رہیں۔ چوتھی بی بی جناب اُمِّ ہانی دختر حضرت ابوطالب تھیں۔ پانچویں بی بی جناب صفیہؓ دختر حضرت حمزہ تھیں۔ ان کے علاوہ کنبہ کی اور بی بیاں بھی رات دن آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھیں اور آپ کو گودوں میں لئے رہتی تھیں۔ تسکین و دلجوئی کا کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتی تھیں۔

۶۔ حضرت فاطمہ کی تعلیم

ہم پہلے بیان کر آئے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے نہ کسی اسکول میں تعلیم پائی تھی نہ کسی کالج میں بلکہ گھر اُن کا مدرسہ تھا اور ماں باپ اُن کے معلّم۔ حضرت خدیجہ نے سینا پرونا، پکانا ریندھنا۔ کاتنا اور گھر کا انتظام کچھ اس طرح سکھایا تھا کہ کنبہ کی عورتیں ان کا سلیقہ دیکھ دیکھ کر حیران رہجاتی تھیں، انکی لڑکیاں عموماً سِن بلوغ تک گڑیاں کھیلنے گانے بجانے اور لہو لعب میں وقت ضایع کرنے کی عادی تھیں، جناب سیدہ کو ان باتوں سے نفرت تھی۔ وہ لڑکیوں کے پاس بیٹھکر بجائے کھیل کھیلنے کے ذکر خدا کیا کرتی تھیں۔

حضرت رسول خدا نے شروع ہی سے ان کو احکام دین سکھانے شروع کر دیئے

حیرت میں آ گئے۔ جو آیت حضرت پر نازل ہوتی تھی آپ فوراً سیدہ سے بھی بیان فرماتے تھے اور اسکا حقیقی مفہوم بھی سمجھاتے تھے یہی وجہ تھی کہ رفتہ رفتہ سیدہ کا سینہ علوم قرآن کا گنجینہ بنگیا، ان کی قرآن دانی کا اندازہ اس سے کرو کہ ان کی کنیز خاص جناب فِضّہؓ نے متکلّمہ بالقرآن کے لقب سے شہرت حاصل کی۔ یعنی جناب فِضّہ نے چالیس برس سوائے آیات قرآنی اور کوئی بات منہ سے نکالی ہی نہیں جس مطلب کو بیان کرنا ہوتا تھا۔ اس سے ملتی جلتی آیت پڑھ دیتی تھیں۔ لوگ مطلب سمجھ جاتے تھے یہ بات انھوں نے اس لئے اختیار کی تھی کہ کذب اور غلط بیانی سے انکی زبان آشنا ہی نہ ہو۔

قرآن کے علاوہ حضرت سیّدہ احادیث رسول کی بھی بہت بڑی عالمہ تھیں آنحضرت سے جتنی حدیثیں آپ نے سنی تھیں کسی ایک صحابی کو بھی اس کثرت سے سننے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ چونکہ احادیث کا صحیح مفہوم آپ کو معلوم تھا اس لئے اکثر اصحاب رسول آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر فیض حاصل کیا کرتے تھے۔

جناب سیّدہ اخلاق و عادات میں اپنے پدر بزرگوار کا بہترین نمونہ تھیں سخاوت، ایثار، زہد، قناعت، توکل، عفو۔ کرم، شفقت، رحم، یتیم نوازی ہمدردی، احسان، حلم۔ تواضع، عبادت اور ریاضت وغیرہ کے متعلق جس طرح اپنے پدر بزرگوار کو عمل کرتے دیکھا تھا اسی طرح خود بھی کرتی تھیں، ایک رسول زادی میں جو اوصاف ہونے چاہئیں انھوں نے ان سے زیادہ اپنے اندر پیدا کئے تھے

حقیقت یہ ہے کہ حضرت رسول خدا دنیا کے زن و مرد کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے پس ضرورت تھی کہ آپ ان دونوں صنفوں کے لئے بہترین عملی و علمی نمونے تیار کرکے دنیا میں چھوڑ جائیں۔ پس آپ نے مردوں کی ہدایت کے لئے

ظاہر ہے اگر جناب سیدہ ایسے اعمال کر کے نہ دکھاتیں تو شاید دنیا کی عورتوں
کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا کہ اسلام کے بہت سے احکام عورتوں کی فطرت سے
بالاتر ہیں۔

مکہ کی عورتیں جب سیدہ سے ملتیں اور گفتگو کرتی تھیں تو ان کے تعجب کی
کوئی انتہا نہ رہتی تھی وہ سیدہ کے نفس کے مقابل اپنے نفس کو انتہائی پستی میں
پاتی تھیں اور اپنی عملی قوت کو اُن کی عملی قوت کے سامنے ایک فرضی اور مصنوعی
چیز سمجھتی تھیں۔ جن باتوں کو وہ طاقت بشری سے خارج سمجھتی تھیں۔ جناب سیّدہ
ان پر عمل کر کے دکھاتی تھیں۔

ایک بار محلہ کی کچھ عورتیں آپ کے پاس بیٹھی ہوئی غیبت کر رہی تھیں،
حضرت سیّدہ وہاں سے چیں بہ جبیں ہو کر اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ کسی نے، سبب پوچھا
فرمایا میرے پدر بزرگوار نے غیبت سننے سے منع کر دیا ہے، پھر میں تمھارے ساتھ
اس گناہ میں کیوں شریک ہوں۔

حسد کی عادت عموماً عورتوں میں پائی جاتی ہے وہ اپنے سوا کسی اور کو اچھی
حالت میں دیکھ نہیں سکتیں لیکن جناب سیّدہ اس بیماری سے کوسوں دور تھیں،
ایک بار جبکہ آپ کا سن سات برس کا تھا ایک لڑکی اپنا زیور دکھانے کے لئے آئی
آپ بیحد خوش ہوئیں باوجودیکہ آپ کے پاس کوئی زیور نہ تھا، دوسری لڑکی ہوتی
تو اس وجہ سے حسد کے مارے مر جاتی کہ اسکے پاس تو چاندی کا چھلّہ نہیں اور اسکی
سہیلی زیور سے لدی پھندی ہے، اگر زبان سے نہ کہتی تو دل میں ضرور ہی مر کر آجاتی

عورتیں عموماً رسم و رواج کی بڑی پابند ہوتی ہیں اور شادی یا غمی کے موقع
پر ان رسوم کو بجالانا نہایت ضروری سمجھتی ہیں جو اُن کے خاندان میں برسوں سے
ہوتی چلی آئی ہیں۔ جناب سیّدہ نے زمانۂ جاہلیت کی رسموں کو نہ کبھی خود کیا اور نہ

ایسا کبھی نہیں کیا۔

۷۔ بچپن میں رسول کی خدمت

کفار قریش جو حضرت رسولخدا کے جانی دشمن تھے طرح طرح سے حضرت رسولخدا کو ستایا کرتے تھے، اکثر اوقات حضرت نہایت رنجیدہ اور دل گرفتہ باہر سے تشریف لاتے تھے لیکن فاطمہ کی صورت دیکھتے ہی غم کا بار ہلکا ہو جاتا تھا، وہ حضرت کو دیکھکر کھڑی ہو جاتی تھیں اور بچپن کی معصومانہ ادا سے دریافت کرتی تھیں "باباجان آج تو کسی دشمن نے آپ کو نہیں ستایا؟" اگر حضرت کچھ تکلیفوں کا حال بیان فرماتے تو بہت کڑھتیں اور آنکھوں میں آنسو بھر لاتیں اور دشمنوں کو بُرا بھلا کہنے لگتیں حضرت فرماتے۔ بیٹی دشمنوں کو بھی برا نہیں کہا کرتے وہ خود کسی دن سمجھ جائینگے (سیرتِ الزہرا)

حضرت فاطمہ کا یہ معمول تھا کہ جب حضرت باہر سے تشریف لاتے تو آپ کے لباس اور بالوں سے گرد و غبار صاف کرتیں اور ایسی دلجوئی کی باتیں کرتیں کہ حضرت کا غم دور ہو جاتا سینہ سے لگائے دیر تک پیار کرتے رہتے۔

آپ ایک دفعہ راستے میں چلے جا رہے تھے کہ ایک شقی نے آکر فرق مبارک پر خاک ڈال دی۔ اسی حالت میں آپ گھر میں تشریف لائے حضرت فاطمہ نے دیکھا تو پانی لیکر آئیں، آپ کا سر دھوتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، آپنے فرمایا جانِ پدر! رو نہیں۔ خدا تیرے باپ کو بچائے گا (سیرۃ النبی شبلی نعمانی ص۱۸۲)

ایک دفعہ آپ حرم میں نماز پڑھ رہے تھے، رؤسائے قریش بھی موجود تھے ابوجہل نے کہا۔ کاش اس وقت کوئی جاتا اور اونٹ کی اوجھ نجاست سمیت اٹھا

میں انجام دیتا ہوں۔ چنانچہ اوجھ لاکر آپ کی گردن پر ڈال دی، قریش مارے خوشی کے ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے، حضرت فاطمہ کو خبر لگی، اگرچہ اسوقت صرف پانچ چھ برس کی تھیں لیکن جوش محبت سے دوڑی آئیں۔ اوجھ ہٹا کر عقبہ کو برا بھلا کہا اور بددعائیں دیں (سیرت النبی صہ ۱۸۶)

۸۔ حضرت فاطمہ کی مدینہ میں تشریف آوری

قبا (مدینہ کا ایک گاؤں) میں حضرت رسولخدا کے پہنچنے سے تین دن بعد حضرت علی مرتضیٰ بھی وہاں تشریف لے آئے اور اسی مکان میں قیام کیا جہاں حضرت رسولخدا ٹھہرے ہوئے تھے یہ مکان کلثوم بن الہدم رئیس قبیلہ کا تھا آپ نے یہاں چودہ روز قیام فرمایا۔ پھر یہاں سے مدینہ تشریف لے گئے اور ابوایوبؓ انصاری کے یہاں قیام فرمایا۔ جب اس طرف سے ذرا اطمینان حاصل ہوا تو آپ نے اپنے غلام خاص زیدؓ کو دو اونٹ اور پانسو درم دیکر مکہ معظمہ کی طرف روانہ فرمایا اور وہ اپنے ہمراہ جناب فاطمہ بنت اسد جناب سیّدہ۔ ام المومنین حضرت سودہ۔ اُم ایمن اور اسامہ وغیرہ کو لے آئے آپنے انہی کے ساتھ اپنی پروردہ لڑکیوں زینب، رقیہؓ اور ام کلثوم کو بھی بلا بھیجا تھا۔ لیکن رقیہ اپنے شوہر عثمان کے ساتھ حبش میں تھیں، زینب اور اُم کلثوم کو ان کے شوہروں نے آنے نہ دیا۔

لکھا ہے کہ جب مدینہ میں مسجد نبوی تعمیر ہو چکی تو اس کے متصل ہی آپ نے اپنی بی بیوں کے لئے مکانات بنوائے۔ اسوقت تک صرف ام المومنین حضرت سودہ اور حضرت عائشہ نکاح میں آچکی تھیں، جب اور ازواج آتی گئیں اور انکی برابر ہی اور مکانات بنتے گئے۔ یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے، ان میں سے پانچ

کھجوروں کی ٹہنیوں سے بنتے تھے۔ ترتیب یہ تھی کہ حضرت ام سلمہ، ام حبیبہ، زینب
جویریہ، میمونہ اور زینب بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے اور حضرت عائشہ
صفیہؓ اور سودہ کے مقابل جانب تھیں۔ یہ مکانات مسجد سے اسقدر متصل تھے کہ آپ
جب مسجد کے اندر اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات
گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال دھو دیتی تھیں (سیرۃ النبی صـ۲۰۶)

ام المومنین حضرت اُمِّ سلمہ کا عقد حضرت رسولخدا سے سنہ ۲ھ کے آخر یا
سنہ ۳ھ کے آغاز میں ہوا۔ اسوقت سے جناب سیدہ کی تمام غور و پرداخت ان ہی معظمہ
سے متعلق ہو گئی حضرت خدیجہ کے بعد ان بی بی نے جناب سیدہ کے ساتھ وہ ہمدردانہ
برتاؤ کیا جسکی نظیر نہیں ملتی انکو جناب سیدہ اور ان کی اولاد سے حد درجہ انس تھا۔ اُن کا
انتقال سنہ ۶۳ھ میں ہوا۔ اس حساب سے عقد کے بعد انھیں پورے اکسٹھ سال
اہلبیت رسول میں اپنی زندگی گذارنے کا موقع ملا، اس طویل مدت میں کوئی ایک موقع
بھی ایسا نہ آنے دیا کہ حضرت فاطمہ یا اُن کی اولاد کو کوئی ہلکی سی شکایت بھی انکی
ذات سے پیدا ہوتی، برخلاف انکے دیگر ازواج نے اس ہمدردی اور خلوص
کے برتاؤ کو روا نہ رکھا بلکہ بعض نے تو بجائے انس و محبت کے اہلبیت رسول سے
وہ کھلم کھلا دشمنی کی کہ خدا کی پناہ۔

۹۔ جناب فاطمہ کی شادی

ماہ رجب سنہ ۲ھ

لکھا ہے کہ جب حضرت سیدہ سن بلوغ کو پہونچیں تو بہت سے اشراف قریش
اور صاحبان مال و دولت نے حضرت رسولخدا سے انکے متعلق خواستگاری کی۔ یہانتک
کہ حضرت ابوبکر و عمر نے بھی اپنی اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت نے سب کے

جواب میں یہی کہا۔ یا کہ فاطمہ کی شادی کا اختیار خدا کو ہے۔

ایکدن حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور سعد ابن معاذ وغیرہ مسجد میں بیٹھے ہوئے حضرت فاطمہ کی شادی کے متعلق بات چیت کر رہے تھے حضرت ابو بکر نے کہا کہ اشراف قریش میں بہت سے لوگوں نے خواستگاری کی لیکن علی نے اب تک اس بارہ میں نہیں کہا اور نہ کسی نے اُنکی طرف سے پیغام دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تنگدستی اس خواہش کے اظہار سے مانع ہو رہی ہے لیکن ہمارا خیال یہ ہی کہ آنحضرت ضرور فاطمہ کی شادی علی سے کرینگے۔ پس حضرت ابو بکر نے عمر اور سعد ابن معاذ سے کہا چلو ہم علی سے اس کے متعلق کہیں اگر تنگدستی مانع ہوگی تو ہم ان کی مدد کر دینگے الغرض یہ لوگ حضرت علی کی خدمت میں پہنچے آپ اسوقت ایک انصاری کے باغ کو اُجرت پر پانی دے رہے تھے، حضرت ابو بکر نے کہا۔ اے علی! کوئی نیک خصلت ایسی نہیں ہے کہ اس میں آپ کو ہم سب لوگوں پر ترجیح نہ ہو۔ علاوہ بریں آپ کو حضرت رسولخدا سے جو کچھ قربت حاصل ہے وہ بھی ظاہر ہے، فاطمہ کے بارے میں تمام معززین قریش نے خواستگاری کی لیکن حضرت نے کسی کا پیغام بھی منظور نہ فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کا ارادہ شاید تمھارے ساتھ رشتہ کرینگا ہے۔ پس تم کیوں نہیں پیغام دیتے۔ یہ سنکر حضرت علی آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا تم نے میرے اندوہ کو بڑھا دیا اور جو آرزو میرے دل میں پنہاں تھی اسکو ظاہر کر دیا، کون ایسا ہے جو فاطمہ سے شادی کی خواہش دل میں نہ رکھتا ہو لیکن کیا کروں تنگدستی کی وجہ سے اپنی تمنا کا اظہار کرتے شرم آتی ہے، آخر جب اُنھوں نے زیادہ کہا تو آپ جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت اُسوقت خانۂ ام سلمہ میں تشریف رکھتے تھے، حضرت علی نیچی نگاہیں کرکے آپ کے سامنے خاموش بیٹھ گئے۔ حیا اجازت نہ دیتی تھیں کہ عرض حال کریں۔ یہ حالت دیکھ کر آنحضرت

تمھاری ہر خواہش مجھے منظور ہے۔ عرض کی:

"سب جانتے ہیں کہ حضور نے مجھکو عہد طفلی میں میرے والدین سے لیکر پرورش کیا۔ آپ ہی نے مجھ کو تعلیم دی، آپ ہی مجھ پر میرے ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان رہے، آپ ہی کی وجہ سے خدا نے مجھے ضلالت و گمراہی سے بچایا، آپ میرے لئے دنیا و آخرت میں تمام سعادتوں کا ذخیرہ ہیں، اُن کرامتوں پر نظر رکھتے ہوئے جو خدا نے آپ کو عطا فرمائی ہیں میں اس بات کا اُمیدوار بنکر آیا ہوں کہ مجھے اپنی دامادی کا شرف بھی عطا فرمایئے۔

حضرت اُم سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا حضرتؐ کا چہرہ یہ باتیں سنکر شگفتہ ہوگیا اور مسکرا کر فرمایا۔ یا علی! تمھارے پاس کچھ ہے کہ فاطمہ کا مہر ادا کر سکو عرض کی۔ حضور پر میرا سارا حال روشن ہے میرے پاس ایک شمشیر ہے ایک زرہ اور ایک اونٹ، اسکے سوا اور کوئی چیز نہیں رکھتا۔ حضرت نے فرمایا۔ تلوار تو جہاد میں کام آنے والی چیز ہے اور اونٹ سے تم اپنے نخلستان کے لئے پانی کھینچتے اور اپنا سامان اسپر بار کرتے ہو۔ البتہ زرہ کی تمھیں ضرورت نہیں حفظ خدا کی زرہ تمھارے لئے کافی ہے اسی کو فروخت کرکے بیدہ کا مہر فراہم کرو۔

اے علی! میں تم کو یہ خوش خبری سناتا ہوں کہ قبل اسکے کہ میں زمین پر فاطمہ کی تزویج تم سے کروں خدائے تعالےٰ نے آسمان پر فاطمہ کی تزویج تم سے کردی تمھارے آنے سے قبل مجھے ایک فرشتہ نے یہ خبر دی ہے پس اے علی تم مسجد میں جاؤ میں بھی تمھارے پیچھے وہیں آرہا ہوں۔ تمام صحابہ کو بلا کر وہیں تمھارا عقد کرونگا۔ تم اپنی زرہ فروخت کر ڈالو اور اس سے مہر کی رقم ادا کردو۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت کی مسرت کا حال بیان نہیں کر سکتا۔ خوش خوش وہاں سے اُٹھکر اپنے گھر آیا اور زرہ لیکر فروخت کرنے

حضرت علی کے چلے آنے کے بعد حضرت رسولخدا جناب سیدہ کے پاس
تشریف لے گئے وہ اسوقت ایک حجرہ میں تنہا بیٹھی ہوئی تھیں، آپ نے حضرت علی کی خواہش کو اُن سے بیان کرکے رائے دریافت کی۔ وہ خاموش ہوگئیں، آپنے فرمایا" فاطمہ تمھاری خاموشی سے تمھاری رضامندی ظاہر ہوتی ہے، اسکے بعد حضرت مسجد میں تشریف لائے اور انس ابن مالک سے فرمایا تمام مہاجرین والضار کو بلالاؤ اور علی سے کہو وہ بھی آئیں جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپنے منبر پر تشریف لیجاکر اس مضمون کا ایک خطبہ پڑھا۔

ہر قسم کی تعریف کا سزاوار وہ خدا ہے جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے محمود ہے اور اپنے غالب ہونے کیوجہ سے مسجود ہے، اسکا حکم زمین و آسمان میں جاری ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور اپنے احکام سے انکو تمیز دی اور اپنے دین کے سبب سے عزت بخشی اور محمدؐ کے سبب سے انکو بزرگی عطا فرمائی۔

لوگو! آگاہ ہو کہ خدا نے سسرالی رشتہ کو نسب تازہ، امر واجب، حکم عادل اور خیر کامل قرار دیا جائے۔ اور اس کے سبب سے تعلقات کو ملایا ہے اور تمام انسانوں پر اسکو لازم قرار دیا ہے چنانچہ فرماتا ہے: اُسؐ نے پانی سے آدمی کو پیدا کیا اور اس کے لئے نسب اور سسرالی رشتہ قرار دیا اور تیرا پروردگار ہر چیز پر قادر ہے۔

اما بعد خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کا عقد علی سے کردوں پس میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے چارسو مثقال چاندی (انگریزی سکہ سے انکیسو سات یا انکیسو ساٹھ روپیہ) پر فاطمہ کا عقد علی سے کیا

---

[1] هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَصِهْرًا
[illegible]

عرض کی۔ میں راضی ہوں۔ فرمایا

اللہ تعالےٰ اِن دونوں میں الفت و محبت قائم رکھے ان پر اپنی برکت نازل فرمائے اور ان کی نسل کو پاک و طاہر بنائے اور ان کو علم و حکمت کی کان اور میرے امت کے لئے باعث امن و امان قرار دے۔

اسکے بعد خرموں سے بھرا ہوا ایک طبق آپ نے صحابہ کے سامنے رکھوایا کہ وہ آپس میں تقسیم کر کے کھائیں۔

جب حضرت علی کی زرہ بک گرائی تو آپ نے وہ کل روپیہ حضرت رسول خدا کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے ان میں سے ایک مٹھی روپیہ لیکر بلال کو دیا کہ بازار جاکر فاطمہ کے لئے عطر و خوشبو خرید لاؤ۔ پھر دو مٹھیاں حضرت ابوبکر کو دیں کہ کپڑا اور دوسرا جہیز کا سامان خرید کرو۔ حضرت عمار یاسر اور صحابہ کی ایک جماعت کو ان کے ساتھ کر دیا۔ یہ لوگ حسب ذیل سامان خرید کر کے لائے۔

(۱) ایک پیراہن قیمتی سات درم (۲) ایک مقنع قیمتی چار درم۔

(۳) ایک سیاہ رنگ کی خیبری چادر جو کرس نامے کپڑے کی بنی تھی یہ دو پاٹ کی تھی جو خرمے کے چھال سے سیے ہوئے تھے (۴) مصری کپڑے کی دو توشکیں جنمیں سے ایک میں چھوہارے کے پتے بھرے تھے اور دوسری میں دُنبے کے بال (۵) طائف کے بنے ہوئے چار چمڑے کے تکئے جن میں ایک خوشبودار گھاس اذخر نامے بھری تھی (۶) ایک اونی پردہ دروازہ پر لٹکانے کو (۷) ایک بیٹھنے کے لئے چٹائی (۸) ایک چکی (۹) ایک تانبے کا بادیہ (۱۰) ایک چمڑے کا ظرف پانی پینے کو (۱۱) دودھ رکھنے کے لئے ایک لکڑی کا کاسہ (۱۲)

چند لوٹے۔

جب یہ سامان حضرت کے سامنے رکھا گیا تو آپ ایک ایک چیز کو دست مبارک سے اٹھا اُٹھا کر ملاحظہ فرماتے تھے اور ارشاد کرتے تھے "خداوندا اسکو میرے اہلبیت کے لئے مبارک فرما" ایک روایت میں ہے کہ یہ سامان دیکھکر حضرت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور سر کو آسمان کیطرف بلند کر کے فرمایا "خداوندا! اس گروہ کو برکت دے جسکے پاس زیادہ تر مٹی کے برتن ہوں (جلاءالعیون مجلسی)

عقد کے بعد بحکم رسول حضرت علی علیہ السلام بازار سے کچھ چھوہارے کچھ گھی اور کچھ پنیر لے آئے۔ حضرت نے ایک قسم کا کھانا جسکو حیس کہتے ہیں تیار کرایا اور حضرت علی سے فرمایا جو مسلمان ملیں انکو بلا لاؤ چنانچہ وہ کھانا پہلے تو مسلمانوں کو کھلایا گیا۔ پھر ایک پیالہ بھر کر حضرت علی کو دیا گیا دوسرا پیالہ حضرت فاطمہ کو بھیجا گیا جو بچ رہا وہ اور لوگوں کو تقسیم کر دیا گیا۔

جب سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے تو آپ اندر تشریف لائے اور حضرت فاطمہ کو اپنے پاس بلایا۔ اس وقت وہ شرم سے پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں، قریب آئیں تو حضرت نے اُن کے چہرے سے گوشۂ چادر ہٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا سینہ سے لگایا اور فرمانے لگے۔

فاطمہ! تیرا شوہر بہت اچھا شوہر ہے اسکی رضامندی خدا اور رسول کی رضامندی ہے

پھر حضرت علی سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

علی! پیغمبر کی بیٹی مبارک ہو یہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کی خوشی میری خوشی ہے جس نے اس کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔

۱۰۔ حضرت فاطمہ کی رخصت

[illegible]

رسولخدا جناب امیر علیہ السلام سے فرمایا کرتے تھے" اے علی خدا تمھیں مبارک کرے۔ تم نے وہ زوجہ پائی ہے جو بہترین زنان عالم ہے۔

ایک مہینہ گذر جانے کے بعد ایک دن حضرت عقیل اور حضرت جعفر دونوں بھائی حضرت علی کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضرت رسولخدا سے فاطمہ کے رخصت کرنے کے متعلق کیوں نہیں درخواست کرتے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ انکے نور سے اپنے اس گھر کو روشن دیکھیں۔ حضرت علی نے کہا مجھے حیا آتی ہے اسی اثنا میں اُمِّ ایمن بھی کسی ضرورت سے وہاں آگئیں۔ اُنھوں نے یہ باتیں سُنکر کہا۔ تم اطمینان رکھو میں آنحضرت سے اس امر میں خود گفتگو کرونگی کیونکہ ایسے معاملات میں عورتوں کے مشورے زیادہ مفید و مناسب ہوتے ہیں ام ایمن نے وعدہ تو کرلیا مگر تنہا حضرت سے عرض کرنے کی جرأت نہ ہوئی وہ حضرت ام سلمہ کے پاس گئیں اور اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ انھوں نے انکی رائے سے اتفاق کیا پھر تمام ازواج سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ جب سب کو متفق پایا تو تمام ازواج جمع ہوکر حضرت کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کی آپ کے ابن عم علی کی خواہش ہے کہ اب فاطمہ کو رخصت کردیا جائے چونکہ وہ شرم کی وجہ سے خود اس درخواست کو پیش نہیں کرسکے ہیں لہذا ہم انکی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں۔ یہ سنکر آنحضرت نے ام ایمن سے فرمایا جاؤ علی کو بلا لاؤ۔ جب حضرت علی آئے تو تمام ازواج تعظیماً کھڑی ہوگئیں آنحضرت نے فرمایا اے علی کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھاری زوجہ کو تمھارے گھر بھیجدوں۔ حضرت علی نے سر جھکا کر عرض کی۔ جی ہاں

حضرت نے اپنی ازواج کو حکم دیا کہ فاطمہ کو آراستہ کرو اور اپنے حجروں میں سے ایک حجرہ اس کے لئے خالی کردو۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا کونسا حجرہ

[illegible]

اور حضرت علی نے فرمایا ولیمہ کا کچھ انتظام ہونا چاہیے۔ میں گوشت اور روٹی
کا انتظام کرتا ہوں، تم روغن اور خرمے لاؤ۔ غرض جب سب کھانا تیار ہو گیا تو
فرمایا اے علی! اب جس جس کو چاہو بلا لاؤ۔ حضرتؑ فرماتے ہیں جب میں مسجد
میں آیا تو تمام مسجد اصحاب سے بھری ہوئی تھی مجھے اچھا نہ معلوم ہوا کہ ان میں
سے بعض کو بلاؤں اور بعض کو نہ بلاؤں۔ میں ایک بلندی پر چڑھ گیا اور بلند
آواز سے کہا۔ آپ لوگ فاطمہ کے ولیمہ میں شرکت کریں، تمام اہل مسجد
کھڑے ہو گئے اور میرے گھر کو چلنے لگے۔ میں اس فکر میں تھا کہ کھانا کم ہے اور
آدمی زیادہ۔ آنحضرت نے مجھے متفکر دیکھکر فرمایا۔ تم پریشان مت ہو خدا اس
کام میں برکت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سب نے شکم سیر ہو کر کھا لیا
اور وہ کھانا کم نہ ہوا۔ پھر حضرت نے ایک ایک خوان بھر کے اپنی ہر بی بی کے گھر
بھیجا اور ایک خوان کو پُر کر کے فرمایا یہ علی و فاطمہ کا حصّہ ہے اسکو میرے
گھر بھیجدیا۔

جب آفتاب غروب ہوا تو آپ نے حضرت اُم سلمہ سے فرمایا کہ فاطمہ کو
میرے پاس لاؤ۔ جناب سیدّہ اس شان سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں
کہ فرطِ حیا سے پسینہ آپ کے ماتھے سے ٹپکتا جاتا تھا۔ گردن آپ کی جھکی ہوئی تھی
آنحضرت نے حضرت علی کو داہنی طرف اور حضرت فاطمہ کو بائیں طرف بٹھایا
اور پھر حضرت فاطمہ کو اپنے سینہ سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور حضرت علی سے
مخاطب ہو کر فرمایا "یا علی یہ میری پارہ جگر اب تمھارے سپرد ہے خدا تم کو
دختر رسول کا شوہر بننا مبارک کرے، اے علی! فاطمہ نہایت نیک زوجہ ہے پھر حضرت سیدہ سے
فرمایا بیٹی! خدا تم کو تمھارا شوہر مبارک کرے علی نہایت نیک آدمی ہیں خدا تم دونوں کو دنیا و آخرت میں لغزش سے
محفوظ رکھے اسکے بعد حضرت نے دونوں کو اس حجرہ میں پہونچا دیا جو انکے لئے خالی کر دیا

خدا تم دونوں کی نسل کو پاک و پاکیزہ بنائے۔ میں اسکا دوست ہوں جو تمھارا دوست ہے اور اسکا دشمن ہوں جو تمھارا دشمن ہے، میں تم دونوں کو خدا کے حوالے کرتا ہوں اور خدا کو اپنی طرف سے تم دونوں پر وکیل کرتا ہوں

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم خانۂ رسول سے رخصت ہو کر اپنے گھر آنے لگے تو آپ نے زنانِ ہاشمی اور دختران عبدالمطلب کو حکم دیا کہ وہ فاطمہ کے ہمراہ جائیں۔ پھر اپنے **اشہب** نامے اونٹ پر چادر پھیلا کر جناب سیدہ کو اپنے دست مبارک سے اسپر چڑھایا اور حضرت **سلمان فارسی** کو حکم دیا کہ وہ اسکی مہار کو پکڑیں۔ حضرت خود بھی پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور جلوس میں آپ کے ہمراہ جناب حمزہ، عقیل اور جعفر اور دیگر بزرگانِ خاندان بھی تشریف لے چلے، سب کے ہاتھوں میں برہنہ تلواریں تھیں اور قدم قدم پر نعرۂ تکبیر بلند کر رہے تھے۔

جب یہ جلوس حضرت علی کے گھر پہنچا تو آنحضرت نے ایک کاسہ میں تھوڑا سا پانی منگوایا اور اس پر کچھ دعائیں دم کر کے جناب سیدہ کے سر و سینہ اور حضرت علی کے سر و بازو پر چھڑکا اور ارشاد فرمایا:۔

خداوندا! یہ دونوں مجھے دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہیں تو ان کو دوست رکھ اور انکی نسل میں برکت دے میں انکو اور انکی ذریت کو شیطان رجیم سے تیری حفاظت و حراست میں دیتا ہوں۔

اسکے بعد آنحضرت اپنے گھر تشریف لے گئے (جلاء العیون)

مسلمان لڑکے اور لڑکیاں دیکھیں کہ اسلامی شادی ایسی ہوتی ہے اس کو ہماری اُن شادیوں سے کیا نسبت جن میں ایک دو نہیں سیکڑوں

اور ٹوٹکے بگھارے جاتے ہیں۔ لغو حرکات عمل میں آتے ہیں۔ ناچ رنگ کی محفلیں جمتی ہیں ہفتوں پہلے سے گانا بجانا ہونے لگتا ہے، رسوم قبیحہ میں سیکڑوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے، غریب اور کم حیثیت داماد کو محض رسم و رواج کی پابندی سے لاکھوں اور ہزاروں روپیہ کا مہر منظور کرنا پڑتا ہے جہیز میں آسائش پر آرائش کو ترجیح دیجاتی ہے اور بکثرت ایسا سامان دیا جاتا ہے جو محض نمائشی ہوتا ہے اور روپیہ کی بربادی کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا، ایسے موقعوں پر ہمیشہ خاندانی آن بان اور ہوت کی جوت دکھائی جاتی ہے۔ امیر اپنا حوصلہ دکھا کر غریبوں کو شرماتے ہیں، غریب دوسروں کی ریس میں قرض لے کر اپنے کو تباہ و برباد کر لیتے ہیں۔ نوکروں چاکروں کے چھکے پنجے ہونے لگتے ہیں بنیوں بقالوں کی بن آتی ہے مَن مانے سود پر روپیہ قرض دینے لگتے ہیں۔

افسوس صد افسوس، مسلمانوں کو اپنے رسول کی تعلیم سے کس قدر بعد ہو گیا کاش وہ رسم و رواج کی زنجیروں کو توڑ کر اپنی اولاد کی ایسی ہی سیدھی سادی شادیاں کرتے جیسی رسول نے اپنی بیٹی کی کی۔ کسقدر افسوس کی بات ہے کہ بجائے اسلامی رسوم کے ہم میں بے شمار کفر کی رسمیں رائج ہیں اور ہم کبھی انکو روکنے کی جرات نہیں کرتے، ہم لکیر کے فقیر بنکر خدائی احکام سے زیادہ ان کو وقعت دیتے ہیں اور ان سے ایک سر مو ہٹنا اپنے لئے دنیا و آخرت کا وبال سمجھتے ہیں، اس معاملہ میں عورتوں نے مردوں پر ایسا قابو حاصل کر لیا ہے کہ ان کو زبان ہلانے کا موقع نہیں دیتیں انھوں نے اپنے احمق مردوں کے دلوں پر قدیم روایات کی ایسی ہیبت بٹھا دی ہے کہ مرد انکے ہر حکم کی تعمیل اپنا ایمانی فریضہ سمجھتے ہیں۔

ہر مسلمان مرد اور عورت کا فرض ہے کہ وہ ان پرانی اور کفر آمیز رسموں کو توڑے اور اس زمانے میں جبکہ کفایت شعاری کی بے حد ضرورت ہے فضول اخراجات

۱۱۔ حضرت فاطمہ کی گھر گرہستی

شادی کے بعد عموماً عورتوں کو اپنی سسرال سے اچھے کھانے، اچھے پہننے سونے چاندی کے زیورات، زیب و زینت کے ساز و سامان اور راحت و آرام کے اسباب کے متعلق بڑی بڑی آرزوئیں ہوا کرتی ہیں اور اکثر یہی باتیں شوہر اور زوجہ میں جھگڑے کا باعث ہوتی ہیں۔ جب کسی عورت کی وہ دیرینہ خواہشیں جن کو وہ اپنے کنوارپنے سے دلمیں پال رہی تھی سسرال میں پوری نہیں ہوتیں تو شوہر اور شوہر والے اسکی نظر سے گر جاتے ہیں اور پھر کچھ ایسی باتیں پیش آنے لگتی ہیں جنکا نتیجہ تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت سیدہ اس قسم کی امیدیں اپنے میکے سے لیکر نہ آئی تھیں اِس لئے انھیں حضرت علی کا خالی گھر دیکھکر کوئی صدمہ بھی نہ ہوا۔ جیسی سیدھی سادی زندگی حضرت رسولخدا کی تھی ویسی ہی علی مرتضیٰ کی تھی۔ لوگ شادی کے موقع پر بڑے بڑے سامان کرتے ہیں، گھر سجائے جاتے ہیں، انکا ساز و سامان خریدا جاتا ہے۔ دلھن کے لئے قیمتی لباس بنتے ہیں۔ زیور بنوائے جاتے ہیں لیکن حضرت علی کے پاس اتنا پیسہ کہاں تھا کہ ان چیزوں کو فراہم کرتے اور نہ آپ تکلف کی زندگی بسر کرتے تھے، علی کی زندگی ہو بہو رسول کی زندگی کا نقشہ تھا۔ آپ کی نظر میں سب سے زیادہ ضروری سامانِ آخرت تھا اور سب سے زیادہ سجاوٹ کی چیز صلاح و تقویٰ۔

الغرض جب حضرت فاطمہ نے اپنی سسرال میں قدم رکھا تو وہاں رحمت و برکت کے سوا اور تھا کیا۔ ایک بوریہ تھا جس پر علی سویا کرتے تھے، ایک کھال تھی جسپر اونٹ دانہ کھایا کرتا تھا، ایک مشک تھی جس میں پانی بھرا جاتا تھا۔

جب سیدہ عالم کا جہیز پہنچا تو پہلے کی نسبت ذرا گھر بھرا بھرا معلوم ہونے لگا۔ جناب سیدہ کو امور خانہ داری میں خاص سلیقہ تھا دوسرے ہی دن آپ نے ہر چیز کو قرینہ سے رکھا اور کام کاج میں مشغول ہوگئیں، انھیں بھولے سے یہ بھی خیال نہ ہوا کہ میں تو نئی نویلی دلھن ہوں۔ ابھی سے گھر کا کام کیوں کروں، وہ جانتی تھیں کہ شوہر کے گھر جاتے ہی عورت اپنے فرائض کی ذمہ دار ہو جاتی ہے۔

حضرت سیدہ نے اپنے اوقات کو کاموں کے لحاظ سے تقسیم کر دیا تھا، عبادت کرنے، چکی پیسنے، آٹا خمیر کرنے، تنور روشن کرنے، روٹیاں پکانے، باپ کی خدمت میں جانے کے اوقات جُدا جُدا تھے۔ ان کے گھر میں اگرچہ ریشمی پردے قیمتی قالین، چاندی سونے کے برتن چینی وغیرہ کے ظروف نہ تھے لیکن صفائی اور ستھرائی میں سارا گھر آئینہ نظر آتا تھا۔ کیا ممکن کہیں کوڑا کرکٹ پڑا ہو۔ کسی جگہ غلاظت ہو۔ ٹوٹی پھوٹی چیزوں کا انبار ہو۔ صبح ہوئی تو نماز سے فارغ ہو کر خود ہی سارے گھر میں جھاڑو دیدی، چکی پیس چکیں تو اُسے جھاڑ پونچھ کر صاف کر دیا کھانا کھا لیا تو سب برتن دھو کر رکھدیے۔ گھر کے کام کاج میں اگر کپڑے میلے ہو گئے تو کھنگال ڈالے۔ یہ بات اور تھی کہ کپڑوں میں پیوند پر پیوند لگتے چلے جاتے تھے لیکن میلے چکٹ نہ ہوتے تھے۔ بچھونا، تکئے، بوریا، سب گرد وغبار سے پاک وصاف رہتے تھے۔

محلہ کی عورتیں جب دیکھتی تھیں تو سیدہ کے سلیقہ اور سگھڑاپے پر تعجب ہوتا تھا۔ جن گھروں میں ایک چھوڑ دو دو لونڈیاں کام کرتی تھیں یہ صفائی اُن میں بھی نہ پائی جاتی تھی، عورتوں کی طبیعت عموماً کچھ ایسی پائی جاتی ہے کہ اگر گھر میں ساز و سامان قرینہ کا نہیں ہوتا تو ان کا دل اُکھڑا اُکھڑا رہتا ہے اور یہ

غریبی کا حال کسی دوسروں کو دکھائے۔ شرم آیا کرتی ہے مگر سیدہ اس خیال
کی خاتون نہ تھیں۔ غربت اور تنگدستی ان کی نظر میں کوئی شرمانے والی چیز نہ تھی اور دولت و ثروت انسانی فضیلت کا اصلی معیار نہ تھا۔ ان کے اِس گھر میں جو دنیوی ساز و سامان سے بالکل خالی تھا کوئی کیسا ہی متمول سے متمول آجاتا اُن کی نظر نیچی نہ ہوتی۔

حضرت علی اُن لوگوں میں نہ تھے جو بخیلوں کیطرح روپے پیسے کو سینت سینت کر رکھتے ہیں جب اُنھوں نے بادشاہت کے زمانے میں کبھی ایک پھوٹی کوڑی بچا کر نہ رکھی تو بھلا اسوقت کیا رکھتے، جہاں سے جو کچھ ملتا ایک وقت کھانے کیلئے رکھ لیتے باقی سب راہ خدا میں لٹا دیتے بلکہ اکثر اوقات خود فاقے سے پڑ رہتے اور اپنا کھانا دوسروں کو دیدیتے۔ جناب سیدہ کبھی روک ٹوک نہ کرتیں بلکہ وہ خود مسکینوں اور یتیموں کی حاجت برآری کا خیال رکھتی تھیں اور علی کی طرح وہ بھی اسبات کی عادی تھیں کہ جو ہاتھ آئے دوسرونکو دیدیں۔ وہ بھی ہمیشہ اپنی ضرورتوں پر دوسروں کی ضرورتوں کو مقدم رکھتی تھیں اور خلق اللہ کی خدمت کرنا اُن کے دل کو راحت پہنچاتا تھا۔ زہد، قناعت، ایثار اور توکل چونکہ میاں اور بیوی دونو میں یکساں پایا جاتا تھا اس لئے نہ کبھی علی کو فاطمہ سے شکایت ہوئی اور نہ فاطمہ کو علی سے۔ دونوں کی زندگی کا مقصد اصلی خدا کی رضامندی حاصل کرنا تھا نہ کہ تن پروری اور راحت طلبی۔

ہم پہلے بیان کر چکے کہ حضرت علی کے پاس کوئی اندوختہ نہ تھا۔ لے دیکے ایک زرہ تھی اسی کو فروخت کر کے حضرت فاطمہ کا مہر ادا کر دیا تھا، اب تو روز کنواں کھودنا اور روز پانی پینا تھا۔ اگر کچھ مزدوری ہو گئی تب تو کھانے پینے کا سامان کر لیا ورنہ روزہ۔ حضرت کی زندگی کے اکثر ایام روزے ہی میں گذرے

والے تو دنیا میں کہاں ہوتے ہیں کہ چاہے فاقہ پر فاقہ گزر جاتا مگر تیوری پر بل نہ آتا۔ ضعف سے چاہے کوئی حالت ہوتی مگر عبادت میں فرق نہ پڑتا۔ تہیدستی کتنا ہی پریشان کرتی مگر نیت میں فتور پیدا نہ ہوتا۔

پھر شرم وحیا اتنی کہ غیروں کا کیا ذکر حضرت رسول خدا پر بھی اپنی ضرورت کا اظہار نہ کرتے تھے حضرت علیؑ خود فرماتے ہیں۔

ایکدن صبح سے شام ہوگئی اور کھانے کو کچھ میسر نہ آیا۔ میں اور فاطمہ دونوں دو وقت سے بھوکے تھے کئی بار خیال آیا کہ حضرت رسول خدا کوئی غیر تو نہیں چلو ان ہی سے کچھ مانگ لاؤں لیکن شرم دامنگیر ہوئی اور حضرت کے سامنے سوال کرنے کی ہمّت نہ کر سکا دن بھر کے ہارے تھکے مزدور بھی اسوقت سو رہتے ہیں مگر میں دو وقت کے فاقہ سے اس امید پر گھر سے نکلا کہ کہیں کچھ مزدوری ہو جائے تو کام چلاؤں کچھ دور گیا تھا کہ اونٹوں کے گھنٹوں کی آواز کان میں آئی۔ اونٹ قریب آئے تو معلوم ہوا ان پر کسی سوداگر کا سامان لدا ہے میں اُن کے پیچھے ہولیا اس اُمید پر کہ شاید سوداگر مجھ سے سامان اُتروائے، غرض سوداگر نے مجھی سے سامان اُتروایا اور ایک درم مزدوری میں دیا۔ میں بہت خوش ہوا۔ بازار اسوقت بند ہو چکے تھے صرف ایک دوکان کھلی تھی۔ میں نے تھوڑے سے جو وہاں سے خریدے اور انکو لیکر گھر آیا۔ سیدہ فاقہ سے نڈھال تھیں، میں نے وہ جو انکو دیے خوش ہو کر اُٹھ بیٹھیں اُسیوقت ان کو پیسا اور روٹیاں پکا کر میرے سامنے لا رکھیں۔ جب میں سیر ہو چکا تو خدا کا شکر کیا اور کہا بیشک رسول اللہ سچ فرماتے تھے کہ فاطمہ بہترین عورت ہے۔

ایکبار حضرت علی باہر سے تشریف لائے تو معلوم ہوا گھر میں کئی وقت سے کھانے کو نہیں ہے اور سیّدہ ضعف سے نڈھال ہیں فرمایا تم نے حضرت

حضرت رسول خدا نے چونکہ جناب سیدہ کو یہ نصیحت فرمادی تھی کہ کبھی علی سے ایسا سوال نہ کرنا جسکو پورا نہ کرسکنے کی وجہ سے نادم و پشیمان ہوں لہذا جناب سیدہ نے ہمیشہ اسباب کا خیال رکھا۔

چکیاں پیستے پیستے حضرت سیدہ کے ہاتھ زخمی ہوگئے تھے۔ ایک روز حضرت رسولخدا کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوئیں کہ خدمت کے لئے ایک کنیز طلب کریں لیکن پاس حیا سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حضرت علی نے انکی طرف سے عرض کیا کہ فاطمہ تنہا سارے گھر کا کام کرتی ہیں۔ غنیمت میں جو کنیزیں آئی ہیں اُن میں سے ایک کنیز ہمیں بھی عطا فرمادیجیئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ اصحاب صُفّہ کا انتظام مقدم ہے، اسوقت مسجد میں چار سو آدمی ایسے پڑے ہیں جنکے پاس نہ کھانے کو ٹکڑا ہے نہ پہننے کو کپڑا، پہلے ان کی ضرورت سے فارغ ہولوں تو پھر کسی اور طرف توجہ کرونگا۔ حضرت علی نے یہ سنکر برا نہیں مانا اور خوشی کیساتھ وہاں سے چلے آئے۔

خیبر کی لڑائی کے بعد حضرت رسولخدا نے ایک کنیز جسکا نام فِضّہ تھا حضرت فاطمہ کو عطا کردی تھی لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہدیا تھا کہ گھر کا آدھا کام فِضّہ کیا کریں اور آدھا سیدہ۔ دونوں مل کر چکی پیسیں، دونوں تنور روشن کریں اور روٹیاں پکائیں۔ جو کھانا فاطمہ کھائیں وہی فِضّہ کو کھلائیں اسپر سیدہ کا عمل تا زیست رہا۔ ایک دن وہ خود کام کرتی تھیں اور ایک دن فِضّہ۔

۱۲۔ جنگ احد میں حضرت فاطمہ کی خدمات

اس سلسلہ کے نمبر ۱ و ۲ میں یہ ذکر کیا جاچکا ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی غفلت سے اسلام کا بنا بنایا کام بگڑ گیا تھا اور حضرت رسولخدا کو سخت پریشانی

... کاری زخم لگائے تھے کہ آپ
پر بیہوشی طاری ہوگئی تھی۔ حضرت فاطمہ مدینہ میں تھیں جب اُحد کے میدان
سے بھاگنے والے بزدل منافقوں نے سارے مدینہ میں یہ شور مچادیا کہ حضرت
رسولخدا شہید ہوگئے اور یہ خبر جناب سیدہ کے کان میں پہنچی تو آپ کے صدمہ
کی کوئی انتہا نہ رہی اسی پریشانی میں چند عورتوں کو ساتھ لے کر بیتابانہ میدان
اُحد کی طرف دوڑیں۔ یہ موقع بڑا خطرناک تھا ہر طرف کفار وحشیانہ حملے کر رہے
تھے جابجا میدان میں لاشے پڑے تھے، عورتوں کا کیا ذکر وہاں جاتے مردوں کا
پتہ پانی ہوتا تھا لیکن باپ کی محبت میں جسطرح بن پڑا گرتی پڑتی حضرت
رسولخدا تک پہنچیں یہ وقت وہ تھا کہ حضرت علی آنحضرت کو غار سے اُٹھا کر ایک
صاف ستھری جگہ میں لاچکے تھے، شفیق باپ کا یہ حال دیکھکر جناب سیّدہ کا جی
بھر آیا زار زار رونے لگیں، جناب امیر علیہ السلام نے بہت تسلی دی، اسوقت
تک حضرت کے زخموں سے خون جاری تھا۔ حضرت علی فوراً آگئے اور قریب ہی
ایک چشمہ تھا، اس سے ڈھال میں پانی بھر کر لائے، آپ پانی ڈالتے جاتے تھے
اور سیّدہ زخموں کو دھوتی جاتی تھیں، جب کسی طرح خون نہ رکا تو بوریہ یا ریشم
کا ٹکڑا جلا کر زخموں پر لگایا۔ تب کہیں خون بند ہوا، جب اس طرف سے ذرا
اطمینان ہوا تو حضرت علی نے اپنی ذوالفقار کو جس سے آپ نے تن تنہا کفار و
مشرکین کو عموماً اور ایک ایک بنی عبدالدار کو خصوصاً جو فوج کفار کے علمبردار
بنکر آئے تھے مار گرایا تھا۔ جناب سیدہ کے حوالے فرمایا اور ارشاد کیا کہ اسے بھی دھو
ڈالو اور اسوقت اپنے حسن خدمات، جوش شجاعت اور نصرت جناب رسالتمآب
کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار چند اشعار میں فرمایا جنکو ہم مع ترجمہ ذیل میں
درج کرتے ہیں (فواتح میبذی علامہ حسین صـ ۱۳- ۲۱۲۔ دیوان جناب امیر۔ اتحاف

اے فاطمہ یہ تلوار لیلو یہ ناپاک نہیں ہے اور نہ میں بزدل و لئیم ہوں۔

افاطم قد ابلیت فی نصر احمد ومرضات رب العباد رحیم

اے فاطمہ! میں نے صرف رسول کی نصرت اور خدا کی خوشنودی کے لئے یہ جنگ کی ہے۔

ارید ثواب اللہ لا شئ غیرہ ورضوانہ فی جنۃ ونعیم

میں اسکا ثواب خدا سے چاہتا ہوں اور اسکے سوا کچھ اور میرا مقصود نہیں اور میں اسکی رضا جنت میں اور اسکی نعمتوں میں چاہتا ہوں۔

وکنت امرء اسمو اذا الحرب شمرت وقامت علی الساق بغیر ملیم

اور میں وہ مرد ہوں کہ جب لڑائی دامن اٹھا لیتی ہے اور استادہ ہو جاتی ہے تو میں بلند ہو جاتا ہوں۔ اس فعل سے جو قابل ملامت نہیں ہے۔

هممت ابن عبد الدار حتی ضربته بذی رونق یضری العظام صمیم

میں نے پسر عبد الدار کا ارادہ کیا۔ یہانتک کہ میں نے اسکو اپنی اس شمشیر سے قتل کیا جو استخوان کو کاٹتی اور گزر جاتی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت رسولخدا کی تین لڑکیاں اور تھیں، زینب، رقیہ اور ام کلثوم۔ مگر تعجب ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا خون بھی نہ اچھلا۔ تیمار داری تو درکنار خالی مزاج پرسی تک کو بھی نہ آئیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مصیبت ناک واقعہ کا ان صاحبزادیوں کے دل پر اثر ہی نہیں ہوا۔ یا حقیقت میں وہ رسول زادیاں ہی نہ تھیں۔ محض غلط فہمی کی بنا پر لوگ ان کو آنحضرت کی لڑکیاں کہنے لگے یا درکھنا چاہئے کہ پرائے بدن کی بوٹی کو درد نہیں محسوس ہوتا جس کا خون رسول کا خون اور جسکا گوشت و پوست رسول کا گوشت و پوست تھا۔ دیکھو وہ کیسی بے چین ہوکر دوڑ پڑی میدان احد میں جناب سیدہ کو ابھی پوری طرح جناب رسولخدا کی طرف سے اطمینان

تڑپ اٹھا۔ اس موقع پر فرطِ غم سے جناب سیدہ جناب رسولِ خدا اور حضرت علی مرتضیٰ
کا جو حال تھا وہ ناقابل بیان ہے۔ حضرت رسولِ خدا بھی رو رہے تھے اور حضرت فاطمہ
بھی۔ حضرت نے فرمایا۔ اے چچا۔ ہرگز آپکی طرح کوئی دوسرا مصیبت زدہ نہ ہوگا
اور پھر آپ نے جناب فاطمہ اور حضرت حمزہ کی بہن صفیہؓ سے فرمایا کہ میں تم کو خوش خبری
سناتا ہوں کہ ابھی جبرئیل نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ اہل آسمان کے درمیان حمزہ ابن عبدالمطلب
کو اسد اللہ اور اسد الرسول کا لقب دیا گیا (روضۃ الاحباب ج۲ ص۲۷)

حضرت حمزہ کا غم ایسا نہ تھا کہ جناب سیدہ اسکو دو چار روز کے بعد بھول جاتیں
بلکہ اس مصیبتناک واقعہ کا اثر ان کے لئے ہمیشہ تازہ رہا وہ ان مظالم کو یاد کرکے جو
ہندہ جگر خوار نے انکی لاش کے ساتھ کئے تھے حد درجہ مغموم و محزون ہوتی تھیں
شاہ عبدالحق دہلوی، جذب القلوب میں لکھتے ہیں کہ جناب فاطمہ زہرا برابر
حضرت حمزہ کی قبر کی زیارت کو کوہ احد پر تشریف لیجایا کرتی تھیں اور قبر مبارک
کی مرمت اپنے دست مبارک سے فرماتی تھیں اور علامت مزار قائم رہنے
کی غرض سے آپنے ایک پتھر بھی وہاں رکھ دیا تھا۔

۱۳۔ جنگ خندق اور جناب فاطمہ

یہ لڑائی ۵ھ میں ہوئی ہے۔ کفار قریش کی کوششوں کی گویا یہ آخری سانس
تھی، انھوں نے اسلام کی تباہی و بربادی کے لئے اپنی کوشش میں کچھ کسر نہ رکھی
تھی، اس مرتبہ پہلی لڑائیوں سے فوج بھی زیادہ تھی اور سامان حرب بھی اور سب سے
طرّہ یہ کہ عرب کا رستم دستان عمرو بن عبدود جو اکیلا ایک ہزار کی برابر سمجھا جاتا تھا
ان کے ساتھ تھا اس لڑائی کی تفصیلی حالت اس سلسلہ کے پہلے
رسالوں میں دیکھو۔

فوج اسلام اسکے مقابل بہت ہی کم تھی۔ حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے مطابق لشکرگاہ اسلام کے چاروں طرف خندق کھودی گئی تھی کہ اسکی وجہ سے دشمن حملہ آور نہ ہوسکے، اس زمانے میں جاڑا بھی وہ کڑا کے کا پڑ رہا تھا کہ غریب مسلمان جن کے بدن پر ٹھیک طور سے کپڑا بھی نہ تھا سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے، پھر قحط سالی کا یہ حال تھا کہ غلہ موتیوں کے مول بک رہا تھا، دشمنوں نے رسد رسانی کے راستے بند کر دیے تھے، غرض ہر طرح مسلمانوں کے لئے سخت امتحان کا وقت تھا، ایک ایک دو دو تین تین فاقے پے در پے گزر رہے تھے اور بھوک کی شدت سے جانوں پر آبنی تھی۔ ایک دن اصحاب نے حضرت سے بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ کھول کھول کر دکھائے جنپر پتھر بندھے ہوئے تھے حضرت نے بھی اپنا شکم مبارک کھول کر دکھایا جس پر بجائے ایک پتھر کے دو پتھر بندھے تھے۔

ایکدن جناب سیدہ نے دو وقت کے فاقہ کے بعد جو کی دو روٹیاں پکائیں ایک تو خود کھائی اور اپنے بچوں کو کھلائی اور دوسری روٹی لیکر میدان جنگ کو چلیں۔ اسوقت میدان میں جانا آسان کام نہ تھا جان جوکھوں تھی، دشمن بھوکے بھیڑیوں کی طرح ہر طرف گھوم رہے تھے مگر باپ کی محبت میں سیدہ عالم ہر بلا کو اپنے اوپر لینے کے لئے تیار ہوگئیں اور جس طرح بنا اپنے کو آنحضرت تک پہنچا دیا۔

جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں روز خندق جناب رسولخدا کی خدمت میں حاضر تھا کہ فاطمہ روٹیوں کے چند ٹکڑے لیکر وہاں پہنچیں اور حضرت سے کہنے لگیں۔ میں نے یہ روٹیاں بچوں کے لئے پکائی تھیں ان میں سے یہ چند ٹکڑے لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔ حضرتؐ نے انکو لے لیا اور ارشاد فرمایا بیٹی یہ پہلا طعام ہے جو تین دن کے بعد تیرے باپ کے منہ میں جا رہا ہے

۱۴- ہبۂ فدک

جب حضرت علی کے زور بازو سے قلعہ خیبر فتح ہوگیا تو حضرت رسولخدا نے آپ کو فدک کے یہودیوں سے لڑنے کیلئے بھیجا وہ شوکت اسلام سے پہلے ہی مرعوب ہوچکے تھے انھوں نے حضرت کے پہنچتے ہی اس شرط پر صلح کرلی کہ جناب امیر انکے قتل سے باز رہیں اور وہ علاقہ فدک بحق رسول چھوڑ دیں چونکہ اس موقع پر کوئی لڑائی نہیں ہوئی اور فدک صلح کے ساتھ ملا تھا لہذا عام مسلمانوں کا اس میں کوئی حق نہ تھا بلکہ یہ خالصۂ رسولؐ قرار پایا۔

اس کے بعد جبرئیل امین نازل ہوئے اور کہا اے رسول خداوند عالم فرماتا ہے وآتِ ذاالقربیٰ حقہٗ (اپنے ذوی القربیٰ کو ان کا حق دیدو) حضرت نے پوچھا میرے ذوی القربیٰ (رشتہ دار) کون ہیں اور انکا حق کیا ہے، جبرئیل امین نے کہا ذوی القربیٰ سے مراد ہیں فاطمہ اور فدک ان کا حق ہے۔ پس آپ نے جناب فاطمہ کو بلاکر فدک ان کے حوالے کردیا اور اس کے متعلق ایک وثیقہ (دستاویز) بھی لکھدیا، اسوقت سے یہ جاگیر حضرت فاطمہ کی ملکیت قرار پائی (دیکھو کتاب روضۃ الاحباب، تفسیر درمنثور سیوطی، مسند ابن ابی حاتم، کنزالعمال طبری وغیرہ) حضرت رسول خدا کی وفات کے بعد خلیفہ ابوبکر نے یہ جاگیر حضرت فاطمہ سے چھین کر اسلامی سلطنت میں شامل کرلی۔ اسکا پورا بیان آگے آرہا ہے۔

۱۵- مباہلہ اور جناب فاطمہ اور نزول آیۂ تطہیر

سنہ ۹ھ میں نجران کے عیسائیوں کا ایک گروہ حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وجود حضرت عیسیٰ کے متعلق آپ سے مباحثہ ہوا۔ انکی گستاخانہ کج بحثی

نے اتنا طول کھینچا کہ مباہلہ کی نوبت آگئی، دوسرے دن ان کے آنے کا مقرر ہوا۔
اسکے متعلق قرآن میں یہ آیت ہے۔

فَمَنْ حَآجَّكَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ۝ (اے رسول جو لوگ عیسیٰؑ کے بارے میں اسکے بعد تم سے جھگڑا کریں کہ تمھارے پاس اس کے متعلق علم آچکا ہے تو کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ، ہم اپنے عورتوں کو بلاتے ہیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم اپنے نفسوں کو بلاتے ہیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ پھر ہم مباہلہ کر لیں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیں)

دوسرے دن حضرت رسول خدا اس شان سے مباہلہ کے لئے نکلے کہ حضرت امام حسینؑ تو آپ کی گود میں تھے اور حضرت امام حسنؑ کی آپ انگلی پکڑے تھے اور حضرت سیدہ آپ کے پیچھے تھیں اور حضرت علی ان کے پیچھے تھے (روضۃ الاحباب۔ تفسیر کشاف) اور حضرت یہ فرما رہے تھے کہ اے میرے اہلبیت جس وقت میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔

جب یہ پنجتن پاک اس شان سے عیسائیوں کے مقابل پہونچے تو ان کے سب سے بڑے پادری نے اپنی قوم سے کہا:۔

میں اس وقت کچھ ایسی صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ جگہ سے ہٹ جائے تو خدا ان کی دعا مقبول کرے گا اور پہاڑ ضرور اپنی جگہ سے ہٹ جائیگا۔ تم ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ایک عیسائی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ (روضۃ الاحباب)

صاحب تفسیر کشاف لکھتے ہیں کہ یہی حضرات علیؑ و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ

رسول خدا کی اولاد کہلائی اور انہی حضرات کا نسب آپ کے نسب کی طرف صحیح طریقہ سے منسوب ہوا ہے۔

نزول آیۂ تطہیر

ام المومنین حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیت[1] تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی میں دروازے کے پاس بیٹھی تھی اور گھر کے اندر جناب علی مرتضیٰ، جناب سیدہ اور حسنین علیہما السلام تشریف رکھتے تھے پس آنحضرت نے ان سب پر اپنی چادر اڑھادی اور فرمایا پروردگارا! یہ میرے اہلبیت ہیں ان سے نجاست کو دور رکھ اور پاک کر دے جو حق پاک کرنے کا ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ! میں بھی انھیں میں ہوں، آپنے فرمایا تو خیر پر ہے (صحیح مسلم۔ ترمذی)

یہ دونوں آیتیں (آیۂ مباہلہ و آیۂ تطہیر) حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمہ زہرا اور حضرت امام حسن و امام حسین کی فضیلت، قربت، طہارت اور عصمت پر پوری طرح دلالت کرتی ہیں، آیہ مباہلہ میں نسارنا وابنارنا کی تفسیر حضرت فاطمہ زہرا اور حضرات حسنین علیہما السلام تھے اور انفسنا کی تفسیر حضرت علی تھے۔ سوائے جناب سیدہ کے امت اسلامیہ میں کسی عورت کو بھی یہ شرف و منزلت حاصل نہیں کیا یہ شرف معمولی شرف ہے کہ جناب سیدہ حضرت رسولخدا کی رسالت کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ تمام امت میں کہو یا تمام خاندان میں کہو صرف چار ہی ہستیاں ایسی تھیں کہ روز مباہلہ حضرت رسولخدا ان کو تصدیق رسالت میں پیش کرنے کے لئے نکلے تھے، صرف انھیں چار ذاتوں پر حضرت کو یہ اعتماد تھا کہ جسطرح

---

[1] اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَ یُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِیۡرًا ۝
(اس میں شک نہیں کہ اللہ یہ ارادہ کرتا ہے کہ اے اہلبیت تم سے ہر قسم کی نجاست کو

میری دعا درگاہ الٰہی سے بے نیل مرام نہیں لوٹ سکتی اسی طرح اُنکی آمین نہیں لوٹ سکتی، اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب سیدہ کو تمام ازواج نبی پر شرف و فوقیت حاصل ہے۔

۱۶۔ حجۃ الوداع اور جناب فاطمہ

ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۰ھ میں حضرت رسول خدا نے حج کیلئے مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ فرمایا۔ چونکہ حضرت کا یہ آخری حج تھا اسلئے حجۃ الوداع کہتے ہیں اس سفر میں خلاف دستور حضرت کے تمام عزیز واقارب اور ازواج اور خاندان کی دیگر عورتیں بھی حضرت کے ساتھ تھیں جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بھی تشریف لے گئی تھیں۔ جناب معصومہ نے اپنی تمام عمر میں صرف دو ہی سفر کئے تھے پہلا سات برس کے سن میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کے وقت کیا تھا اور دوسرا یہ سفر تھا حضرت رسول خدا کی طرح جناب سیدہ کا بھی یہ آخری حج تھا۔

اس زمانے میں حضرت علی علیہ السلام یمن میں تبلیغی خدمات انجام دے رہے تھے اور اہل یمن کا مشہور قبیلہ بنی ہمدان آپکی ہدایت سے مشرف باسلام ہو چکا تھا اس سفر سے چند ہی روز پیشتر یہ خوشخبری دربار رسالت میں آ چکی تھی، جس پر حضرت نے خوش ہو کر تین بار زبان مبارک سے فرمایا تھا اَلسَّلَامُ عَلٰی ھمدان جب حضرت مدینہ سے روانہ ہو رہے تھے تو آپ نے حضرت علی کو بتاکید تمام لکھ بھیجا تھا کہ یمن کے معاملات تمام کر کے تم بھی بہت جلد مکہ میں آکر مجھ سے مل جاؤ اور میرے ساتھ ارکان حج ادا کرو۔

۱۷۔ وفات رسول اور جناب فاطمہؑ

سنہ ۱۱ھ میں صفر کے تیسرے ہفتہ سے حضرت رسولخدا علیل ہوئے چہار شنبہ کا دن تھا اور آپ ام المومنین میمونہ کے گھر میں تشریف فرما تھے اسی دن تیسرے پہر سے آپ پر حرارت کے آثار نمایاں ہوئے، شام ہوتے ہوتے شدید بخار آگیا جناب سیدہ آپ کی علالت کی خبر پاتے ہی حاضر خدمت ہوگئیں اور آپ کی دلجوئی اور راحت رسانی کی خدمت انجام دینے لگیں، جب تک مرض میں اعتدال کی صورت رہی جناب سیدہ کا یہ معمول رہا کہ ہر روز اپنے پدر بزرگوار کی ضروری خدمتوں سے فراغت حاصل کرکے تھوڑی دیر کے لئے تشریف لیجاتی تھیں اور اپنے گھر کے ضروری کام انجام دے آتی تھیں۔ مگر جب سے مرض میں شدت ہوئی اور حالت دگرگوں ہونے لگی آپ نے گھر جانا ہی چھوڑ دیا۔ اُس وقت سے لیکر مرتے دم تک ہر وقت حضرت کی خدمت ہی میں حاضر رہیں، ان سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ ایسے شفیق اور مہربان باپ کو ایسی نازک حالت میں چھوڑ کر اپنی کسی ضرورت کو ان کی خدمت پر ترجیح دیتیں اسوقت میں جو سیدہ کے دل پر گزر رہی تھی اسکا اندازہ کرنا ناممکن ہے ان کا غمگین دل یہ محسوس کر رہا تھا کہ اب ایسے شفیق اور مہربان باپ کا سایہ ہمیشہ کے لئے میرے سر سے اُٹھ رہا ہے جو میرے تمام شرف و مفاخرت، عزت وعظمت، آرام و آسائش کا باعث ہے ایسے قیامت خیز وقت میں اپنا یا بال بچوں کا خیال جناب سیدہ کے دل میں کیسے پیدا ہو سکتا تھا، آپ کو اس وقت سوائے اپنے پدر بزرگوار کے اور کسی کی خبر نہ تھی، حسرت بھری نگاہوں سے ہر وقت چہرۂ مبارک کو تکتی رہتی تھیں، اگر آثار اچھے پائے جاتے تب تو بیکل دل کو تھوڑی سی تسکین ہو جاتی ورنہ اضطراب و انتشار

و پریشانی میں حضرت کے مرض کے تمام ایّام کاٹے، جب شدت مرض سے کچھ افاقہ ہوتا تھا تو حضرت بیٹی کی طرف حسرت سے دیکھکر رہ جاتے تھے، کبھی اپنی پارہ دل کو چھاتی سے لگا لیتے تھے اور تسکین و دلجوئی کی باتیں کرتے تھے پیارے نواسے بھی بیماری کی ایسی شدید حالت میں راتدن گلے کا تعویذ بنے ہوئے تھے، اگر جناب سیدہ آنحضرت کی بے چینی کے خیال سے بچوں کو دور رکھنا چاہتی تھیں تو حضرت کو یہ بے رخی ناگوار معلوم ہوتی تھی۔ فوراً پاس بلا کر سینہ سے لگا لیتے تھے۔

جب حضرت کو یہ یقین ہو گیا کہ اب زندگانی دنیا میں چند سانسیں باقی ہیں تو آپ نے اپنے عزیزوں کو پاس بلا کر ان سے رخصت ہونا شروع کیا، چنانچہ صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہیں۔

حضرت نے جناب فاطمہ زہرا کو بلا کر اپنے سینہ سے لگایا اور دیر تک آنکھیں بند کئے رہے، بعض لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ روح حضرت کے جسم سے مفارقت کر گئی، حضرت فاطمہ نے سر اٹھا کر کہا بابا! بابا! لیکن حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر کہا بابا! میری جان آپ پر قربان ہو آنکھ تو کھولئے، کچھ بات تو کیجئے حضرت نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا بیٹی! روؤ مت، تمھارے رونے سے آسمان پر ملائکہ روتے ہیں، یہ فرما کر آپ نے سیدہ کے چہرے سے آنسو پونچھے اور فرمایا خداوندا! سیّدہ کو میری جدائی میں صبر عطا فرما، پھر جناب سیدہ سے ارشاد فرمایا! پیاری بیٹی جب فرشتے میری روح قبض کرلیں، تو کہنا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۵ بے شک انسان کے لئے ہر مصیبت کا ایک عوض ہے، جناب سیدہ نے رو کر عرض کی بابا! آپ کا عوض، دنیا میں کون سی چیز ہو سکتی ہے؟

آج آپ پر تکلیف زیادہ ہے، فرمایا بیٹی آج کے بعد تمھارے باپ پر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ پھر فرمایا حسن و حسین کو میرے پاس بلاؤ۔ دونوں صاحبزادے حاضر ہوئے، نانا کو سلام کیا اور پاس بیٹھ گئے، دونوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھاریں بہ رہی تھیں، انکو روتا دیکھکر گھر میں جتنے زن و مرد تھے سب رونے لگے۔ امام حسنؑ نے حضرت کے چہرہ پر اور امام حسینؑ نے سینہ پر اپنا سر رکھدیا، حضرت نے غش سے آنکھیں کھولدیں اور اپنے دونوں نور دیدوں پر حسرت سے نظر ڈالی، پھر ان کا بوسہ لیا، بالوں کی خوشبو سونگھی اور اُن کی محبت و تعظیم کے متعلق حاضرین کو وصیت فرمائی۔

پھر فرمایا میرے پیارے بھائی علی کو بلاؤ حضرت علی علیہ السّلام آگے بڑھے حضرت نے بستر سے اپنا سر اُٹھایا اور حضرت علی کے بازو پر رکھ کر سہارا لیا پھر فرمایا یا علی میں نے لشکر اُسامہ کی تیاری کے لئے فلاں یہودی سے اتنا روپیہ قرض لیا تھا، اسکو ضرور ادا کر دینا۔ اے علی! تم ہی وہ شخص ہو جو سب سے پہلے حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے، میرے بعد تم پر بہت سے مصائب نازل ہونگے، لیکن تنگدل نہ ہونا، صبر سے کام لینا، جب دیکھو کہ اور لوگوں نے دنیا کو اختیار کیا ہے تو تم دین کو اختیار کرنا، یہ کہتے کہتے حضرت کی حالت متغیّر ہوگئی۔ عورتوں نے پس پردہ سے رونا شروع کیا، حضرت علی فرطِ غم سے قریب تھا کہ غش کھا جائیں، آپ نے عباس بن عبد المطلب سے فرمایا۔ جلد میری خبر لیجئے، وہ جلدی سے بڑھے اور حضرت رسولخدا کا سر علی کے بازو سے اُٹھاکر تکیہ پر رکھا، سر کا تکیہ تک پہنچنا تھا کہ شمع رسالت ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگئی۔

۱۸۔ وفات رسُول سے لیکر وفات فاطمہ تک کے حالات

کُل پچھتر روز زندہ رہیں لیکن ایک دن چین نہ پایا، ایک غم ہو تو کہا جائے ایک صدمہ ہو تو سہا جائے یہاں تو مصیبتوں کا وہ تانتا بندھا تھا کہ ٹوٹنے ہی میں نہ آیا، حق تلف کیا گیا تو اُن کا، ملکیت ضبط کیگئی تو اُن کی، باپ کی وفات کے موقع پر سمجھی تھیں کہ لوگ ہمدردی کرینگے، انسانی اخلاق و عادات کی بنا پر اس واقعہ میں انکا ساتھ دینگے، دل سے نہ سہی ظاہر میں سہی۔ جب دنیا کا یہ دستور ہے کہ مرنیوالے کے ورثا کو تسلی اور دلاسا دیا کرتے ہیں تو کیا وہ مسلمان جن پر میرے باپ کے لاکھوں احسان ہیں میرے ساتھ اس عام برتاؤ کو روا نہ رکھیں گے مگر ؎

ہم کو اُن سے وفا کی ہے اُمید — جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

افسوس ہے کہ دنیا والوں نے دختر رسول کی امید کے خلاف انکو وہ اذیتیں پہنچائیں جو انسانی دنیا میں دشمن کو بھی نہیں پہنچائی جاتیں۔ باپ کے ماتم میں بجائے تعزیت کرنے اور غمزدوں کی آنکھ سے آنسو پوچھنے کے لوگ ان کو ڈرانے دھمکانے، دروازہ گرانے اور گھر کو آگ لگانے کے لئے آکھڑے ہوئے رسول کی آنکھ کیا بند ہوئی فاطمہ کی طرف سے تمام دنیا کی نگاہیں پھر گئیں دل پلٹ گئے نیتّیں بدل گئیں گویا فاطمہ سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا یا فاطمہ وہ فاطمہ ہی نہ تھیں جن کی قدر و منزلت کرتے ہزاروں بار حضرت رسولخدا کو دیکھ چکے تھے شمس العلما مولانا حافظ نذیر احمد اپنی کتاب رویائے صادقہ میں لکھتے ہیں

جو شخص (وفات رسول سے) سب سے زیادہ متاذی ہوا وہ فاطمہ تھیں والدہ پہلے انتقال فرما چکی تھیں۔ اب ماں اور باپ دونوں کی جگہ پیغمبر صاحب تھے اور باپ بھی کیسے، دین و دنیا دونوں کے بادشاہ

محروم رہنا تک برجراحت۔ ترکۂ پدری باغ فدک کا دعویٰ کرنا اور مقدمہ کا ہار جانا کسی دوسرے کو ایسے صدمات پہنچتے تو زہر کھاکر مر رہتا، مگر ان کے صبر و ضبط انھیں کے ساتھ تھے، پھر انھیں رنجوں میں گھل گھل کر چھ مہینے کے اندر اندر انتقال فرما گئیں اور جتنے دن زندہ رہیں اُن لوگوں سے جنھوں نے رنج دیے تھے نہ بولیں اور نہ بات کی یہانتک کہ ان لوگوں کو اپنے جنازے پر آنیکی منادی کرادی اور شب کے وقت مدفون ہوئیں۔
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۵

مانا کہ ان کا غصہ کیسقدر بیجا بھی ہو تاہم اُن کے باپ کے حقوق کیا چاہتے تھے۔ فاطمہ کے دل غمزدہ کو خوش کرنے کے لئے علی کو اگر وہ اہل بھی نہ تھے برائے نام خلافت دیدی ہوتی اور آپ انتظام کیا ہوتا خیر، خلافت تو کون دیتا تھا مگر باغ فدک کے دیدینے میں ایسی کونسی قباحت تھی غایت مافی الباب حدیث معاشر الانبیاء لانرث ولا نُورثُ ماترکناہ صدقۃ کے خلاف ہو بھی تو ہو۔ گناہ ہوتا تو فاطمہ کو ہوتا کہ وہ سیدانی ہو کر صدقہ کھائیں۔

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلبیت نبوی کو پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد ہی ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ انکا وہ ادب اور لحاظ جو ہونا چاہیے تھا اس میں ضعف آگیا اور وہ شدہ شدہ منجر ہوا اس ناقابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جسکی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے وہ ایسی نالایق حرکت مسلمانوں سے ہوئی ہے اگر سچ پوچھو تو دنیا میں منہ دکھلانے کے قابل نہ رہے (رویاے صادقہ صـ ۱۵۲)

رسول کی اس غمزدہ بیٹی پر جو شب و روز یاد پدر میں

حقدار بنا دیا ہم اس واقعہ کو طبقات محمد ابن سعد سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت عمر کا بیان ہے کہ جس دن جناب رسولخدا نے دنیا سے انتقال فرمایا اسی دن لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کر لی اسکی صبح کو جناب سیدہ حضرت علی کے ساتھ ابوبکر کے پاس تشریف لائیں اور ارشاد فرمایا کہ میں اپنے باپ کی میراث چاہتی ہوں۔ حضرت ابوبکر نے کہا آپ اُسے بقاعدہ میراث چاہتی ہیں یا بقاعدہ اقرار و میثاق۔ آپ نے فرمایا کہ فدک، خیبر، اور مدینہ کے املاک و ابواب صدقات ہماری میراث میں اسی طرح داخل ہیں جس طرح تمھاری میراث تمھارے مرنے کے بعد تمھاری بیٹیوں کے پاس آجائے گی۔ ابوبکر نے جواب دیا۔ خدا کی قسم آپ کے پدر بزرگوار مجھ سے بدرجہا بہتر تھے اور اسی طرح آپ میری بیٹیوں سے بدرجہا بہتر ہیں لیکن جناب رسولخدا فرما گئے ہیں کہ میرا کوئی وارث نہیں ہیں جو کچھ چھوڑ جاؤں وہ سب صدقہ ہے، اب آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار ان اموال کو عطا فرما گئے ہیں اور قسم بخدا اگر ایسا نہوتا تو میں آپکے کہنے کو مان لیتا اور آپ کی تصدیق کرتا، آپ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ام ایمن کی معرفت میرے پاس کہلا بھیجا کہ آپنے علاقہ فدک مجھے عنایت فرمادیا! ابوبکر نے جواب دیا کہ اگر میں نے حضرت کو ایسا کہتے سُنا ہوتا تو میں آپسے کہتا کہ میں نے ایسا سُنا ہے اور آپ کی تصدیق کرتا اور آپکے قول کو قبول کرتا۔ آپنے فرمایا میرے پاس جو خبر تھی وہ میں نے تمھیں پہونچا دی۔

ابراہیم ابن عبداللہ یمنی شافعی نے کتاب الکتفا میں لکھا ہے، جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں اور فرمانے لگیں کہ جناب رسولخدا نے

تبوت ملے، پس حضرت علی تشریف لائے اور آپ نے حضرت فاطمہ کی گواہی دی، پھر انکے بعد اُمّ ایمن آئیں اور انھوں نے حضرت ابوبکر سے پوچھا کیا تم اسبات کی شہادت دیتے ہو (کہ بقول جناب رسولخدا) میں اہل جنت سے ہوں، اُنھوں نے کہا۔ ہاں پس اُمِّ ایمن نے کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت رسولخدا نے جناب سیدہ کو فدک عطا فرمایا ہے، ابوبکر نے حضرت فاطمہ سے کہا، کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں صرف ایک مرد اور ایک عورت کی شہادت پر آپکے قضیہ کا فیصلہ کردونگا۔

حضرات اہلسنت کی اکثر کتابوں میں لکھا ہے:۔

جناب سیّدہ ابوبکر کے پاس تشریف لائیں وہ منبر پر بیٹھے تھے اور کہنے لگیں اے ابوبکر قرآن کی رو سے تمھاری بیٹیاں تو تمھاری میراث پائیں اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں، یہ سنکر ابوبکر کو بڑی عبرت ہوئی اور ایسی کہ وہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ میرے آباواجداد آپ پر اور آپ کے باپ پر فدا ہوں۔ یہ کہکر منبر سے نیچے اُتر آئے اور فدک کی میراث کا وثیقہ جناب سیدہ کے نام لکھدیا، اس اثناء میں عمر آگئے اُنھوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ابوبکر نے کہا فدک کی میراث کا وثیقہ ہے جسکو میں نے فاطمہ کے نام لکھدیا ہے، عمر نے کہا پھر اُن مسلمانوں کو کیا دوگے جو تمھارے واسطے عرب سے لڑائیاں لڑے جو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے۔ یہ کہکر وہ وثیقہ لے لیا اور پھاڑ ڈالا۔ (تاریخ سبط ابن جوزی۔ انسان العیون امام نورالدین)

مسلمانو! غور تو کرو اس واقعہ سے جناب سیدہ کے دل کو کتنا صدمہ پہنچا ہوگا کس قدر تعجب کی بات ہے کہ روز مباہلہ جو جو گواہ حضرت رسولخدا اپنی رسالت کی تصدیق کے لئے لیکر گئے تھے، وہ سب فدک کے معاملہ میں بصورت گواہ

صدیقہ اور معصومہ ہونا کام آیا نہ علی کا نفس رسول ہونا۔ نہ حسنین کا سید شباب اہل الجنۃ ہونا۔

بہر حال جب حضرت ابو بکر نے ایک مصنوعی حدیث پیش کر کے حضرت سیّدہ کا دعویٰ خارج کر دیا تو اُن کو بہت غصّہ آیا اور بگڑ کر کہا تم جھوٹے ہو میرے باپ نے ایسا ہرگز نہیں کہا یہ تو سراسر حکم خدا کے خلاف ہے، الغرض مظلوم سیدۂ ناکام و نامراد وہاں سے واپس آگئیں، اس کے سوا اور کیا کر سکتی تھیں کہ جبتک زندہ رہیں حضرت ابو بکر سے پھر کلامؑ نہ کیا اور یہ وصیّت کر دی کہ فلاں فلاں میرے جنازہ پر نہ آئیں۔

اس واقعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول کے مرتے ہی دنیا مسلمانوں پر کس حد تک غالب آگئی تھی، علی کو تو حق خلافت سے محروم کیا ہی تھا چلتے چلتے رسول زادی کے آزوقہ کا سہارا بھی چھین لیا۔ انسانیت کا اقتضا تو یہ تھا کہ خود رسول زادی کے لئے کوئی ایسا بندوبست کر دیتے جس سے وہ چین کیساتھ ٹکڑا کھا سکتی نہ یہ کہ جو اسکا حق تھا اسکو بھی ضبط کر لیا۔

۱۹۔ جناب فاطمہ کا گھر جلانا

حضرت علی علیہ السلام کے انکار بیعت فرمانے کے بعد حکومت کو آپ سے ایک خاص عداوت پیدا ہو گئی، اور یہ جستجو ہونے لگی کہ آخر آپ کا یہ انکار کس زور و قوت پر ہے، تحقیق سے معلوم ہوا کہ کچھ لوگ آپ کی مشورت اور متابعت میں ہیں اور انھیں کے سہارے پر آپ کو اس انکار کی جرأت ہوئی ہے، وہ کون کون تھے۔ تاریخ ابو الفدا میں ان کے یہ نام درج ہیں۔

جملہ بنی ہاشم، زبیر ابن العوام۔ عتبہ ابن ابی لہب، خالد ابن سعید، ابن العاص

... عمار ابن یاسر - براء ابن عازب

اور ابی[۹] بن کعب -

اور ابن ابی الحدید کی روایت کے مطابق حسب ذیل حضرات اور شامل ہیں
بریدہ[۱] اسلمی - ابو الہیثم[۲] ابن الیتہان - سہل[۳] بن حنیف ، عثمان[۴] ابن حنیف - خزیمہ[۵]
ابن ثابت ذوالشہادتین ، اور ابو ایوب[۶] انصاری -

بہر حال خلافت کیطرف سے اُن پر بغاوت کا الزام لگایا گیا اور انکی گرفتاری کے گئے حضرت عمر اور خالد بن ولید کی ماتحتی میں دوڑ بھیجی گئی ، حضرت عمر کی آتش مزاجی نے یہ اودھم قیامت برپا کر دی کہ آگ[۱] اور لکڑیاں لیکر خانہ رسول پر چڑھ آئے اور بلز مین کو دھمکانے لگے کہ اگر تم لوگ باہر آکر بیعت ابوبکر نہ کرو گے تو میں یہ گھر جلا دونگا - یہ سُنکر جناب سیدہ نکل آتی ہیں اور عمر سے پوچھتی ہیں کہ تم کسکے گھر کو جلاؤ گے - رسول کے گھر کو جسمیں فاطمہ موجود ہے ، علی موجود ہیں حسنین موجود ہیں ، عمر قسم شرعی کھاکر کہتے ہیں کہ اگر واقعی تم نے جنلوگوں کو چھپا رکھا ہے نہ نکالا تو سمجھ لو یہ گھر تمھارا بے رو رعایت جلا دیا جائیگا ، علامہ مجلسی اس واقعہ کو کتاب حق الیقین میں یوں تحریر فرماتے ہیں

عمر نے ابو بکر سے کہا تم کسی کو کیوں نہیں بھیجتے کہ علی اور اُن کے ساتھیوں کو بیعت کے لئے بُلا لائے ، اُن کے سوا اور سب نے بیعت کر لی ہے - ابوبکر نے کہا کس کو بھیجوں ؟ عمر نے جواب دیا میں قنفذ کو بھیجتا ہوں کہ وہ سخت دل و بے شرم آدمی ہے اور قبیلہ بنی عدی سے ہے پس اسکو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا گیا جب یہ لوگ وہاں پہونچے تو حضرت علی نے اندر آنیکی اجازت نہ دی قنفذ اور اسکے ساتھی پلٹ آئے اور ماجرا بیان کیا عمر نے کہا بے اجازت ہی داخل ہو جاؤ - یہ لوگ پھر پہنچے - اس مرتبہ جناب سیدہ نے ڈانٹا کہ بے اجازت میرے گھر میں

---

[۱] احراق خانۂ فاطمہ کی روایت کو مندرجہ ذیل علمائے اہلسنت نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے
(۱) محمد ابن جریر طبری (۲) واقدی (۳) عثمان ابن ابی شیبہ (۴) ابن عبد ربہ (۵) ابن خزابہ
(۶) مصنف کتاب المحاسن والنفاس الجواہر (۷) عبد اللہ ابن ابی شیبہ (۸) بلاذری (۹) ابن عبد البر
(۱۰) ابو بکر جوہری (۱۱) ابو الفدا (۱۲) ابن قتیبہ (۱۳) ملا متقی (۱۴) شاہ ولی اللہ

وہیں رہ گیا اب تو حضرت عمرؓ کے غصّہ کی انتہا نہ رہی کہنے لگے ہم کو عورتوں کی گفتگو سے کیا مطلب۔ پھر چند لوگوں کو حکم دیا کہ کچھ سوکھی لکڑیاں اپنے ساتھ لے چلیں اور خود بھی کچھ لکڑیاں لیں اور اہلبیت رسولؐ کے دروازے پر جا رکھیں اسوقت خانۂ جناب سیدہ میں حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ سب موجود تھے، عمر نے للکار کر کہا اے علیؑ! گھر سے باہر نکلو اور خلیفہ رسول کی بعیت کرو ورنہ میں اس گھر کو آگ لگا دونگا۔ یہ سنکر حضرت فاطمہؑ اٹھیں اور فرمایا اے عمر! تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا دروازہ کھول۔ ورنہ میں تمھارے گھر کو جلا دونگا۔ فاطمہ زہراؑ نے کہا۔ اے عمر! ذرا خدا سے ڈرو۔ کیا قیامت ہے تم بغیر میری اجازت کے میرے گھر میں آنا چاہتے ہو، عمر نے اس کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور آگ منگوا کر دروازے پر ڈالدی۔ یہ حال دیکھکر جناب سیدہ نے فریاد کرنی شروع کی وا ابتاہ و یا رسول اللہ کی آواز بلند کی۔ عمر نے تلوار کا قبضہ اُن کے پہلو پر اور تازیانہ اُن کے بازو پر مارا۔ بیکس فاطمہ بلبلا اُٹھیں اور فریاد کرنی شروع کی کہ یا رسول اللہ آپ کے اہلبیت پر یہ ظلم ہو رہا ہے، پس امیر المومنین بیتاب ہو گئے اور جھپٹ کر عمر کا گریبان پکڑ لیا اور زمین پر دے پٹکا۔ بروایت ابن عباس، خالد نے حضرت علی پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت نے تلوار اسکے ہاتھ سے چھین لی اور چاہا کہ اس کا کام تمام کر دیں۔ مگر اس نے پناہ مانگی، حضرت نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور ایک روایت[1] میں ہے کہ قنفذ نے حضرت سیدہ کے

---

[1] ملل ونحل شہرستانی صنہ۲ پر لکھا ہے اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ يَوْمَ الْبَيْعَةِ

پہلو پر دروازہ گرادیا جس سے وہ بچہ جو معصومہ کے شکم مبارک میں تھا اور جس کا نام حضرت رسولخدا نے **محسن** رکھا تھا شہید ہوگیا۔ پھر اس شقی نے بازوے سیدہ پر ایک کوڑا مارا جس سے بازو شکستہ ہوگیا اور اسی صدمہ میں انکی موت واقع ہوئی۔

یہ تھے وہ جانفرسا مصائب جنھوں نے سیّدہ عالم کی زندگی کا قبل از وقت خاتمہ کر دیا۔ انہی کی بنا پر انھوں نے یہ شعر کہا تھا ؎

صُبَّتْ علی مصائبٌ لو انّھا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صرن لیالیا

(میرے اوپر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتے تو راتوں کی طرح سیاہ ہوجاتے)

زمانے میں انقلاب آتا ہے۔ خاندانوں کی کایا پلٹ ہوتی ہے، شخصی وجاہتوں کو زوال ہوتا ہے لیکن نہ اتنی جلدی کہ صبح کو دنیا کچھ تھی شام کو کچھ ہوگئی، سیّدہ کا گھر ایسا گھر نہ تھا کہ اسکو جلانے کے لئے مسلمان ایندھن اور آگ فراہم کرتے، سیدہ کا دروازہ وہ دروازہ نہ تھا کہ اسکو لاتیں مار مار کر گرادیا جاتا، اُف رسول کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کی جسارت کس حد تک بڑھ گئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ برسوں کی سینوں میں سُلگتی آگ تھی کہ ہوا لگتے ہی بھڑک اُٹھی۔ ہر شخص ان واقعات سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مسلمان اولاد رسول پر بھرے بیٹھے تھے جب ہی تو دو دن بھی رسول کی سوگوار بیٹی کو چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ سمجھ میں نہیں آتا کس عداوت کا بدلہ تھا، کس گناہ کی سزا تھی۔ اگر بالفرض کسی دیرینہ کاوش کی بنا پر اہلبیت رسول گردن زدنی اور انکا گھر سوختنی تھا تو کم از کم ان اصحاب رسول ہی کا لحاظ اور پاس کیا ہوتا جو علی کے گھر میں تھے۔ اگر اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْل (سب صحابہ عادل ہیں) والی حدیث صحیح ہے تو ان کا احترام کیوں خاک میں ملایا گیا، صحابہ پرستی کے تو یہ امر سخت خلاف تھا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) روز بیعت شکم فاطمہ پر ضربت لگائی اور محسن انکے بطن سے ساقط ہوگئے۔ عمر چیخ
چیخ کر [illegible]

دروازے پر آگ اور لکڑی جمع کرکے جلانے کی دھمکی دیں تو ہرگز روز عاشور حسین علیہ السلام کے خیام میں آگ نہ لگائی جاتی۔ وہ اسی ابتدا کی انتہا تھی۔

۲۰۔ جناب فاطمہؑ کی وفات

(۳ر جمادی الثانی سنہ ۱۱ھ)

سچ تو یہ ہے کہ حضرت رسولخدا کے مرتے ہی سیدہ کی زندگی کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ یوں زندہ رہنے کو تو تین مہینے رہیں لیکن کس طرح "زندہ در گور" چاروں طرف سے مصائب کے دروازے رسول کی اس شکستہ دل بیٹی کے اوپر کھلے ہوئے تھے اور حسرت وبیکسی، یاس و ناکامی کے جگر دوز نشتر رگ رگ میں چبھے ہوئے تھے، جبتک زندہ رہیں کسی نے ان کو ہنستے نہ دیکھا، ہر وقت شفیق باپ کی صورت ان کی نگاہ کے سامنے تھی، جب کوئی حضرت کا نام لیتا تھا ٹپ ٹپ آنکھوں سے آنسو گرنے لگتے تھے۔ کئی بار ایسا ہوا کہ ادھر بلالؓ نے مسجد میں اذان دینی شروع کی اُدھر سیدہ پر رقت طاری ہوئی۔ جب وہ کہتے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ تو سیدہ ایک آہ کا نعرہ مارتیں اور بیہوش ہوجاتیں۔ لوگ بلال سے کہتے۔ جلد اذان کو ختم کرو کہیں ایسا نہ ہو دختر رسول ہلاک ہوجائے۔

آپ کا معمول تھا کہ جس وقت حضرت کی یاد دل کو زیادہ بے چین کرتی قبر مبارک پر چلی جاتیں اور یہ شعر پڑھ کر خاک کو آنسوؤں سے بھگوتی رہتیں۔

(ترجمہ) جس نے محمد کی خاک قبر کو سونگھ لیا وہ پھر دنیا کی کسی خوشبو کو سونگھنے کا مشتاق نہو گا۔ میرے اوپر مصیبتیں اس طرح منڈلا رہی ہیں، کہ اگر اُن کا سایہ آفتاب پر پڑ جاتا تو تمام دنیا میں تاریکی پھیل جاتی۔

جاتی تھی۔ امیر المومنین علیہ السلام ہر چند ٹوٹے دل کو تسلی دیتے تھے لیکن تڑپ میں کمی کہاں اور اضطراب میں سکون کیسا، جس صدمہ کا تصور بندھ جاتا گھنٹوں رُلانے کو کافی ہوتا۔ باپ ہی کا صدمہ ہلاک کرنے کو کیا کم تھا جو اور بیشمار مصائب بلائے بے درماں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

کتاب مودۃ القربیٰ میں ابن عباس سے مروی ہے کہ جب جناب فاطمہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو نہ ان معصومہ کو بخار آیا نہ درد سر عارض ہوا بلکہ حسنؑ و حسین علیہما السلام کے ہاتھوں کو پکڑے قبر رسول پر گئیں اور قبر و منبر کے درمیان دو رکعت نماز پڑھی پھر دونوں صاحبزادوں کو سینہ سے لگایا اور فرمانے لگیں۔ بچو! تم دونوں ذرا دیر کے لئے اپنے باپ کے پاس بیٹھو، وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے ہیں صاحبزادے تو اُدھر کو گئے اور سیدہ وہاں سے گھر آئیں۔ غسل کیا حضرت رسولخدا کا بچا ہوا کفن پہنا۔ آنحضرتؐ کی چادر اوڑھی اور اسما زوجہ جعفر طیار سے فرمایا۔ میں گھر میں لیٹتی ہوں۔ تم یہاں سے کہیں جانا نہیں۔ جب ایک گھڑی گذر جائے اور میں باہر نہ نکلوں۔ تم مجھے تین آوازیں دینا۔ اگر جواب دوں اندر چلی آنا ورنہ سمجھ لینا کہ میں حضرت رسول خدا کی خدمت میں پہنچ گئی، اس کے بعد آپ نے جناب رسولخدا کی جگہ پر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنا منہ چادر سے لپیٹ کر لیٹ رہیں، جب ایک ساعت گذر گئی تو اسماء نے آواز دی۔ کوئی جواب نہ ملا تو حجرے کے اندر داخل ہوئیں۔ چادر کو چہرے سے ہٹا کر دیکھا تو سیدہ رخصت ہو چکی تھیں۔ فرط غم سے اسماء کا عجب حال ہوا۔ گریبان چاک کر لیا اور زار زار روتی ہوئی حجرہ سے باہر نکلیں اتنے میں دونوں صاحبزادے بھی آ گئے پوچھا ہماری اماں کہاں ہیں۔ اسماء خاموش ہو گئیں۔

دونوں بھائی حجرے میں داخل ہوئے۔ امام حسین نے شانہ پکڑ کر ہلایا زور زور

روئے اور واحمداہ! واجداہ کے نعرے مارنے لگے۔ جنہوں نے جناب امیر حضرت علی

کو خبر دی۔ یہ آواز کان میں پڑتے ہی آپ پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ ہوش میں

لانے کے لئے آپ پر پانی چھڑکا گیا۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو گھر میں تشریف لائے

اور حجرۂ فاطمہ میں داخل ہوئے اسوقت اسماء ان معصومہ کے سرھانے بیٹھی رو رہی

تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں۔ آہ! جب ہم فاطمہ کو دیکھتے تھے تو حضرت رسول خدا کی

صورت آنکھوں میں پھر جاتی تھی اب کس کے چہرہ کو دیکھکر آنحضرت کی زیارت

کیا کرینگے۔ حضرت علی نے جناب سیدہ کے چہرے سے کپڑا ہٹایا دیکھا کہ ایک رقعہ

سر کے قریب رکھا ہوا ہے، آپ نے اسکو اٹھا کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فاطمہ دختر رسول خداؐ کی وصیّت ہے، وہ گواہی

دیتی ہے کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں، محمد خدا کے رسول ہیں، اور اس

بات کی گواہی دیتی ہے کہ جنت حق ہے دوزخ حق ہے اور قیامت

ضرور آنے والی ہے، اس میں کسی طرح کا شبُبہ نہیں اور اللہ تعالےٰ

مردوںکو قبروں سے زندہ کرکے اُٹھائیگا۔ اے علی! میں فاطمہ دختر

رسولِ خدا ہوں۔ اللہ تعالےٰ نے میرا تم سے نکاح کیا تاکہ دنیا و آخرت میں

میں تمھاری بی بی ہوں اور تم غیر کی نسبت میرے لئے زیادہ اولےٰ

ہو لپس تم ہی مجھے غسل دینا، حنوط کرنا، کفن پہنانا اور دفن کرنا۔ میرا

جنازہ رات کو اُٹھانا اور کسی کو خبر نہ دینا۔ میں تم کو خدا کی سپرد کرتی ہوں

اور اپنی اولاد کو جو قیامت تک ہوگی سلام کرتی ہوں۔

جب رات ہوئی تو جناب امیر علیہ السلام نے آپ کو غسل دیا اور تختہ پر رکھا، پھر

امام حسنؑ سے فرمایا۔ جانماز بچھاؤ، آپ نے نماز پڑھائی، پھر جنازہ کو بقیع میں لیگئے

وہاں کے ہر مقام سے آواز آنے لگی۔ میری طرف لاؤ۔ آگے بڑھے تو ایک مقام پر

پاس بیٹھے اور زمین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔" اے زمین! میں اپنی امانت کو تیری سپرد کرتا ہوں۔ یہ دختر رسول خدا ہے، زمین سے آواز آئی اے علی تم میری طرف سے اطمینان رکھو، اس کے بعد آپ نے اُس زمین کو اس طرح ہموار کر دیا کہ کسی کو قبر کا نشان معلوم نہ ہوا۔ (مودۃ القربیٰ)

معتبر روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت سیدہ نے یہ وصیت کی تھی کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر نہ اِن کے جنازے کی نماز پڑھیں اور نہ اُن کے دفن میں شریک ہوں، حضرت علی نے انکی وصیت کے مطابق عمل کیا اور اِن حضرات کو دفن میں شرکت کی اجازت نہیں دی (دیکھو صحیح مسلم و بخاری)

حضرت علی علیہ السلام نے وفات جناب سیدہ پر بہت سے دردناک مرثیے کہے، ہم ان میں سے چند اشعار کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں:۔

یہ کیا معاملہ ہے کہ میں اپنے حبیب کی قبر پر کھڑا اسلام کر رہا ہوں لیکن وہاں سے سلام کا جواب نہیں ملتا۔ اے میری محبوب فاطمہ تمھیں کیا ہو گیا کہ تم بات کا جواب نہیں دیتیں۔ کیا تم نے محبت کو بالکل دل سے نکال دیا۔

سیدہ نے بہ زبانِ حال یہ جواب دیا۔

اے علی! میں تو مٹی اور پتھروں کے نیچے دبی پڑی ہوں، تمھاری بات کا کیونکر جواب دوں۔ میری خوبیاں مٹی میں مل گئیں اور میں اپنے ساتھیوں کی نظر سے چھپ گئی میرا اسلام تم پر ہو لیکن تمھارے اور ہمارے درمیان اب محبت کے تعلقات قطع ہو گئے۔

۲۱- جناب فاطمہ کی اولاد

جناب سیدہ صلواۃ اللہ علیہا کے پانچ اولادیں ہوئیں۔ تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں۔ صاحبزادوں میں جناب امام حسنؑ علیہ السلام سب سے بڑے تھے اسی وجہ سے حضرت علی کی کنیت ابوالحسن تھی، آپ کی ولادت سنہ ۳ھ میں ۱۵- رمضان المبارک کو مدینہ منورہ میں ہوئی، امام حسن کی ولادت سے گیارہ ماہ بعد ۳ شعبان سنہ ۴ھ کو حضرت امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے پھر سنہ ۵ھ میں جناب زینب سلام اللہ علیہا پیدا ہوئیں اور عبداللہ بن جعفر کے ساتھ بیاہی گئیں۔ ان کے بعد جناب اُمِّ کلثوم سنہ ۹ھ میں پیدا ہوئیں اور محمد ابن جعفر طیّار سے بیاہی گئیں، ان کے بعد حضرت محسن کا حمل ان مصائب کی بنا پر ساقط ہوا جو سنہ ۱۱ھ میں وفات رسول کے بعد سیدہ کو اپنے مخالفوں کے ہاتھوں اٹھانے پڑے۔

حضرت اُمِّ کلثوم کی نسبت اہلسُنّت کا یہ خیال ہے کہ وہ حضرت عمر کے ساتھ بیاہی گئی تھیں۔ یہ بالکل غلط ہے اسکے متعلق بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ چونکہ اُم کلثوم نام کی کئی عورتیں تھیں اسوجہ سے یہ شبہ پیدا ہوا ہے، ورنہ جناب امیر علیہ السلام نے اپنی صاحبزادیوں کو پہلے ہی اپنے بھتیجوں سے منسوب کر دیا تھا جب حضرت عمر نے اس رشتہ کا ذکر کیا تو حضرت علی نے یہی جواب دیا تھا کہ میں تو اپنے بھتیجوں سے منسوب کر چکا ہوں (علامہ بیہقی۔ دارقطنی اور ابن حجر مکی نے یہی بات لکھی ہے)

ابن ماجہ اور ابن داؤد نے اپنی سُنن میں لکھا ہے کہ ام کلثوم دو تھیں ایک ام کلثوم بنت راہب دوسری ام کلثوم بنت علی۔ ام کلثوم بنت علی کا نکاح

محمد ابن جعفر طیار سے ہوا اور ام کلثوم بنت راہب کا نکاح عمر ابن خطاب سے۔
ان دو کے علاوہ ایک اور ام کلثوم بنت جرول خزاعی تھیں، وہ بھی خلیفہ عمر کی بی بی تھیں۔ انھیں سے زید اصغر اور عبد اللہ پیدا ہوئے۔ حدیبیہ کے روز خلیفہ صاحب نے انکو طلاق دیدی تھی۔ اور زید اور اسکی ماں نے بعہد معاویہ ایک وقت میں انتقال کیا۔
ام کلثوم بنت علی کا نکاح خلیفہ عمر سے ہونا تو کسی طرح قیاس میں آ ہی نہیں سکتا۔ چنانچہ علامہ شہاب الدین حنفی دولت آبادی لکھتے ہیں۔
عہد عمر میں ام کلثوم بنت فاطمہ نہایت ہی صغیر السّن تھیں۔ انکی عمر اسوقت چار برس کی تھی۔ ساٹھ برس کی عمر کا آدمی حضرت عمر کی طرح ایسی صغیر السّن صاحبزادی سے کیونکر نکاح کرسکتا تھا۔

۲۲۔ جناب فاطمہ حضرت رسولخدا کی اکلوتی بیٹی تھیں

شیعہ حضرات سوائے جناب فاطمہ کے اور کوئی بیٹی حضرت رسولخدا کی تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں۔ زینب، رقیہ اور ام کلثوم جنکو اہلسنت حضرت رسولخدا کی بیٹیاں بتاتے ہیں، انکی صلبی بیٹیاں نہ تھیں بلکہ ربیبہ (لے پالک) تھیں۔ جو یا تو حضرت خدیجہ کے پہلے شوہر سے تھیں یا حضرت خدیجہ کی بہن ہالہ کی لڑکیاں تھیں اور چونکہ عرب میں یہ ور وہ لڑکیاں بھی صُلبی اولاد کیطرح سمجھی جاتی تھیں اسلئے یہ مجازاً ابنات رسول کہلائیں۔
زینب کا عقد ابوالعاص سے ہوا، رقیہ اور ام کلثوم کا نکاح ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہوا۔ عتبہ کے مرنے اور عتیبہ کے طلاق دینے کے بعد پھر ان دونوں لڑکیوں کا عقد یکے بعد دیگرے حضرت عثمان سے ہوا

(طیب) پھر عبداللہ (طاہر) جناب خدیجہ کے بطن سے تھے اور یہ دونوں جناب
فاطمہ زہرا سے بڑے تھے، ان دونوں صاحبزادوں نے شیر خوارگی کے زمانہ میں
حضرت فاطمہ کی ولادت سے پہلے انتقال فرمایا تھا۔ ان کے بعد جب حضرت
خدیجہ کے بطن سے حضرت فاطمہ پیدا ہوئیں تو تیسرے صاحبزادے ابراہیم ماریہ
قبطیہ کے بطن سے مدینۂ منورہ میں پیدا ہوئے اور تقریباً چھ مہینے زندہ رہے، ان
چاروں اولادوں میں سوائے جناب سیدہ کے آپ کے کوئی صلبی اولاد آپ کے
بعد باقی نہیں رہی۔ ابن قتیبہ نے اپنی کتاب معارف میں لکھا ہے:-

حضرت خدیجہ کا عقد پہلے عتیق ابن عائذ مخزومی سے ہوا جس سے
ایک لڑکی پیدا ہوئی پھر ابوہالہ ابن زرارہ اسیدی تمیمی سے جو قبیلہ بنی
حبیب ابن جروہ سے تھے نکاح ہوا اُس نے مکہ میں بحالت جاہلیت
وفات پائی۔ اس سے ایک لڑکا ہند ابن ابی ہالہ پیدا ہوا اسکے بعد جناب
رسول خدا سے عقد ہوا اور ہند ابن ہالہ آپ کے ربیب (پروردہ) ہوئے
وہ کہتے تھے میں سب لوگوں سے ازروئے باپ، ماں بھائی اور
بہن کے افضل ہوں کیونکہ میرے باپ تو حضرت رسولخدا ہیں اور
ماں حضرت خدیجہ بھائی حضرت قاسم ہیں اور بہن حضرت فاطمہ۔

قریب قریب یہی روایت روضۃ الاحباب میں بھی تحریر ہے اس سے تین
باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت خدیجہ کے پہلے اور دوسرے شوہر سے ایک لڑکی اور لڑکے کا پیدا ہونا
(۲) دوسرے ہند کا جو حضرت کے پروردہ تھے، آپ کو باپ کہنا۔
(۳) ہند نے بہنوں میں صرف حضرت فاطمہ کا نام لیا نہ زینب کا نہ رقیہؑ کا

چہ جائیکہ اولادِ رسول سے ہوں عقلاً بھی اگر دیکھا جائے تو یہ تینوں لڑکیاں حضرت رسولخدا کے صُلب سے نہیں معلوم ہوتیں ذیل میں ہم چند عقلی ثبوت بھی درج کرتے ہیں

(۱) واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اِن لڑکیوں (زینب، رقیہ اور ام کلثوم) کی پرورش طریقۂ کفر پر ہوئی اور حالتِ کفر سے انھوں نے اسلام قبول کیا۔ پس یہ حضرت رسولخدا کی صلبی لڑکیاں نہیں ہو سکتیں۔

(۲) دونوں فریق کی کتابوں سے یہ بات ثابت ہے کہ ان لڑکیوں کی شادی کفار سے ہوئی۔ اگر یہ رسول کی صلبی بیٹیاں ہوتیں تو حضرت انکی شادی کفار سے کبھی نہ کرتے کیونکہ آپ قبل بعثت بھی نبی تھے جیسا کہ فرمایا ہے کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں اسوقت نبی تھا جب آدم پانی و مٹی کے درمیان تھے)

(۳) رقیہ، اُمّ کلثوم اور زینب کا نکاح اول مشرکین عرب سے کیا گیا، ایک کا عتبہ ابن ابولہب سے دوسری کا عُتیبہ ابن ابولہب سے اور تیسری کا ابوالعاص بن ربیع سے۔ لیکن حضرت فاطمہ زہرا کا عقد اس اہتمام سے کیا گیا کہ حضرت ابوبکر و عمر یکے بعد دیگرے خواستگار ہوئے مگر آنحضرت نے منظور نہ کیا۔ باوجودیکہ یہ دونوں صاحب مسلمان تھے بلکہ حضرت علی علیہ السلام سے تزویج فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو فاطمہ کا کوئی کفو نہیں تھا (دیلمی)

(۴) جب آیت تطہیر نازل ہوئی تو رسول اللہ نے اپنی چادر میں صرف علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو لیا اور فرمایا اَللّٰھُمَّ ھٰوُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ (خدایا یہی ہیں میرے اہلبیت، ان سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھو اور پاک کردے حق پاک کر دینے کا) اس کا کیا سبب ہے کہ اس چادر میں رقیہ، اور ام کلثوم لڑکیاں داخل نہ کی گئیں، کیا اس وجہ سے کہ رقیہ اور ام کلثوم دختران رسول تھیں ہی نہیں؟ (امام احمد البلاذری) یا اس وجہ سے کہ رقیہ اور ام کلثوم میں مباہلہ کے موقع پر

(۵) جب آیہ مودۃ (قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ) نازل ہوئی تو اصحاب نے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جنکی محبت ہم پر فرض کیگئی ہے تو حضرت نے فرمایا وہ علی و فاطمہ اور حسن اور حسین ہیں۔ اس روایت کو امام احمد، ابن ابی حاتم، طبرانی، بغوی، کلبی، حاکم اور دیلمی نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، پس رقیہ اور ام کلثوم سے کیا خطا ہوئی تھی کہ ان کو ذوی القربیٰ میں نہیں لیا گیا اور نہ ان کی محبت اہل اسلام پر واجب کی گئی۔ کیا دختران رسول یہ نہ تھیں ؟

(۶) جب آیہ وَاٰتِ ذاالقربیٰ حقہ (اپنے ذوی القربیٰ کو ان کا حق دیدو) نازل ہوئی تو حضرت رسول خدا نے فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا۔ رقیہ اور ام کلثوم اور زینب سے کیا خطا ہوئی تھی کہ انکو ترکہ پدری سے محروم رکھا گیا۔ کیا یہ امر شان رسالت کے خلاف نہ تھا۔؟

(۷) جناب سیدہ کی فضیلت میں سیکڑوں حدیثیں حضرت رسولخدا نے بیان فرمائیں جو تواریخ وسیر و احادیث کی کتابوں میں درج ہیں، مگر رقیہؓ، زینب اور ام کلثوم کے متعلق کوئی ایک حدیث فضیلت بھی ایسی پیش کی جاسکتی ہے جیسی جناب سیدہ کے متعلق ارشاد فرمائی گئی ہیں ایک سچے مسلمان کو اس بات میں شبہہ ہوتا ہے کہ حضرت رسولخدا نے ایسا کیوں کیا۔ ایک صلبی دختر کو تو اتنا بلند کرکے دکھایا جائے جسکی کوئی حد نہ ہو اور اوروں کے لئے کچھ نہیں آخر اسکا کیا سبب؟

(۸) یہ ایک نیچرل بات ہے کہ جب کسی کی اولاد دیکھتی ہے کہ ان کے ماں باپ کسی ایک بچہ سے زیادہ محبت کرتے اور جا بجا بار بار اسکی تعریف کرتے ہیں تو انھیں شکایت پیدا ہوجاتی ہے اور وہ اپنے ماں باپ سے انصاف کے طالب ہوتے ہیں۔ اگر

بھی نہیں کہتے تو اس طرح سے شکایت کرتے ہیں کہ ہمارے والدین یا صرف ماں یا باپ فلاں فرزند کو زیادہ چاہتے ہیں اور ہمیں نہیں چاہتے لیکن تمام کتب تواریخ وسیر کو الٹنے کے بعد بھی حضرات اہلسنت اس بات کو ثابت نہیں کر سکتے کہ کبھی رقیہ، اُمِ کلثوم یا زینب نے حضرت رسولخدا یا حضرت خدیجہ سے اس ناانصافی کی شکایت کی ہو یا کسی غیر ہی سے کنایتہً یا صراحتاً اس کا کبھی ذکر کیا ہو۔ آخر یہاں یہ قانون قدرت کیوں بدل گیا اور نیچرل صفت جو ہر بچہ میں پائی جاتی ہے رقیہ اور ام کلثوم سے کیوں زائل ہو گئی؟ کیا اس کا یہ سبب نہیں تھا کہ چونکہ وہ دختران رسول نہ تھیں اس لئے ان کو شکایت کا کوئی موقع نہ تھا۔

۲۰۳۔ جناب فاطمہؑ کے متعلق احادیث

(کتب اہلسنّت سے)

(۱) امام دیلمی (سُنّی عالم) لکھتے ہیں کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ میں نے اپنی لڑکی فاطمہ کا نام فاطمہ اس وجہ سے رکھا ہے کہ خدا نے اسکو اور اس کے دوستوں کو آتشِ دوزخ سے نجات دی ہے۔

(۲) صحیح ترمذی میں ہے کہ جناب عائشہ سے منقول ہے کہ جسوقت حضرت سیدہؑ خدمتِ رسول میں آتی تھیں تو آپ انھیں دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوتے تھے، انکی پیشانی کا بوسہ لیتے تھے اور انکو اپنے مقام پر بٹھلاتے تھے۔

(۳) ذخائر العقبیٰ اور شرف النبوۃ میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے جناب رسولخدا کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے کہ جب فاطمہ آتی ہیں تو آپ اپنی زبان کو ان کے منہ میں دیدیتے ہیں اور اس کو شہد کی طرح چوستے ہیں، ... فرمایا کہ شب معراج جب مجھے بہشت میں ... داخل کیا ...

پیدا ہوئیں۔

(۴) صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا۔ اے فاطمہ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم تمام دنیا کی عورتوں کی سردار ہو۔ یا تم اس امت کی عورتوں کی سردار ہو۔

(۵) صحیح بخاری میں ابوسعید خُدری سے منقول ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا کہ فاطمہ زنانِ بہشتی کی سوائے مریم کے سردار ہیں۔

(۶) صحیح بخاری۔ مسلم اور تفسیر کبیر میں ہے کہ جناب رسولخدا نے فرمایا تمام دنیا کی عورتوں میں سے تم کو چار عورتیں کافی ہیں۔ مریمؑ۔ آسیہؑ۔ (زن فرعون) خدیجہؑ فاطمہؑ۔ یہ حدیث بتاتی ہے کہ یہ چار عورتیں دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں

(۷) مسند بزاز اور کیمیائے سعادت امام غزالی میں حضرت علی سے منقول ہے کہ میں ایک دن حضرت رسولخدا کے پاس تھا، آپ نے فرمایا کونسی چیز عورت کے لئے بہتر ہے۔ سب لوگ چپ ہو گئے جب میں گھر آیا تو میں نے فاطمہ سے کہا کونسی چیز عورتوں کے لئے بہتر ہے۔ اُنھوں نے جواب دیا یہ بہتر ہے کہ انکو مرد نہ دیکھ سکیں۔ میں نے جناب رسولخدا سے اس جواب کو بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔

(۸) صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا فاطمہ میرا ایک جزو بدن ہے جسنے اسکو غضبناک کیا اُسنے مجھ کو غضبناک کیا۔

(۹) مسند احمد حنبل اور مستدرک امام حاکم میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جو اُسے غضبناک کرتا ہے وہ مجھے غضبناک کرتا ہے ہر نسب روز قیامت منقطع ہو جائے گا سوائے میرے نسب اور دامادی کے۔

حضرت رسول خدا نے فرمایا۔ اے فاطمہ خدا تیرے غضب سے غضب میں آتا ہے اور تیری رضامندی سے راضی ہوتا ہے۔

(۱۱) معجم طبرانی اور مستدرک حاکم میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا فاطمہ نے گناہوں سے اپنے نفس کو بچایا پس اللہ نے اس پر اور اسکی اولاد پر آتشِ دوزخ کو حرام کر دیا۔

(۱۲) صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا، ہر اولاد اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتی ہے سوائے فاطمہ کے اولاد کے کہ اُن کا ولی میں ہوں اور قرابت آبائی میں وہ میری طرف منسوب ہیں۔

(۱۳) نور الابصار شبلنجی مصری میں ہے کہ حضرت رسولخدا جناب سیدہ کا ہاتھ تھامے ہوئے فرما رہے تھے، جو اسکو پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے کہ یہ فاطمہ محمدؐ کی بیٹی ہے اور یہ میرے بدن کا ٹکڑا ہے اور یہ میری روح ہے جسنے اُسے اذیت دی اُسنے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی۔

(۱۴) معجم طبرانی و صواعق محرقہ اور اسعاف الراغبین میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا۔ میری بیٹی فاطمہ حورہے آدمی کی خلقت میں نہ اسکو حیض آتا ہے نہ وہ ناپاک ہوتی ہے اور اسی سبب سے اس کا نام زہرا رکھا گیا ہے۔ یعنی طاہرہ (چونکہ وہ عورتوں والی ہر نجاست سے پاک تھیں اس لئے کبھی انکی نماز قضا نہیں ہوتی تھی)

(۱۵) صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت نے فرمایا جو شخص میری بیٹی فاطمہ سے محبت کرتا ہے وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جو اس سے عداوت کرے گا وہ آتشِ جہنم میں جلے گا۔ اے سلمان! فاطمہ کی محبت سو مقامات سختی و شدت میں انسان کو نفع پہونچاتی ہے اور مقامات مرگ و قبر و میزان و حساب و کتاب

پس راضی ہوں اُس سے خدا راضی ہے، جب فاطمہ غضبناک ہوں اُس پر خدا غضبناک ہوا۔

(۱۶) صواعق محرقہ میں ہے کہ حضرت رسولخدا نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک منادی عرش سے ندا دے گا کہ اے اہل محشر اپنے سر و نگوں جھکا لو تا کہ فاطمہ بنتِ محمد صراط سے گذر جائیں پس وہ مع ستّر ہزار لونڈیوں کے جو سب حوریں ہونگی صراط کے اوپر سے اس طرح گزر جائیں گی جیسے بجلی چمکتی ہے۔

(۱۷) کشف الغمہ میں ہے کہ اہل محشر کو حکم ہوگا کہ اپنی آنکھیں بند کر لو تا کہ فاطمہ بنت رسول اللہ صراط سے گزر جائیں، پس آپ تشریف لائیں گی اور آپ کے دوشِ مبارک پر خون آلود کپڑے دھرے ہونگے۔ آپ خدا کے سامنے کھڑی ہونگی۔ پس وہ اُن کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان جو چاہیگا حکم کرے گا۔

۲۴۔ حضرت فاطمہؑ کے فضائلِ قرآن سے

۱۔ صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک روز حضرت رسولخدا صبح کے وقت ایک سیاہ بالوں والا کمبل اوڑھے ہوئے تشریف لائے پس امام حسن علیہ السلام آگئے حضرت نے انکو اپنے کمبل میں داخل کر لیا۔ پھر امام حسینؑ آئے آپ نے انکو بھی داخل فرمالیا پھر جناب سیّدہ تشریف لائیں آپ نے ان کو بھی داخل فرمالیا۔ پھر علی مرتضیٰ علیہ السلام آئے آپ نے انکو بھی لے لیا پھر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا اس روایت کو امام احمد حنبل ترمذی۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر۔ ابن ابی حاتم نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔

کی ہے کہ جب یہ آیت (آیہ مباہلہ) اتری تو جناب رسولخدا نے علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو بلا کر کہا " اے میرے پروردگار یہی میرے اہلبیت ہیں۔

(۳) امام احمد حنبل۔ ابن ابی حاتم۔ طبرانی اور بغوی نے اپنی سُنن و مسانید میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب آیۂ قل لا اسئلکم علیہ اجراً اِلّا الْمَوَدَّةَ فی الْقُرْبیٰ نازل ہوئی تو لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ یہ کون لوگ ہیں جنکی محبت کا ہم کو حکم دیا گیا ہے ؟ فرمایا علی و فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ہیں۔

(۴) علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں لکھا ہے کہ آیہ ویطعمون الطعام علی حبہ مسکینا و یتیما و اسیرا علی و فاطمہ اور حسن و حسین کی شان میں ہے۔

(۵) کتاب ارجح المطالب میں ہے کہ آیہ مرج البحرین یلتقیان بَیْنَھُمَا برزخ لا یبغیان ویخرجُ مِنھُما اللولوءَ والمرجان ۵ میں دو دریا سے مراد ہیں حضرت علی و فاطمہ اور موتی اور مونگے سے مراد ہیں حسنین علیہم السلام

(۶) محمد ابن سیرین نے آیہ ھُوَالَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بشراً فجعلہٗ نسباً وصھراً کی شان نزول کے متعلق لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت رسولخدا اور علی مرتضی کی شان میں نازل ہوئی ہے، نسب کی رو سے تو حضرت علیؑ آپ کے چچازاد بھائی ہیں اور جناب سیّدہ کے شوہر ہونے کیوجہ سے آپ اِن کے داماد ہیں

(۷) فِی بیوتٍ اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ بالغد و والاٰصال ۵ امام جلال الدین سیوطی نے انس اور بریدہ کی اسناد سے لکھا ہے کہ جب حضرت نے مذکورہ بالا آیت پڑھی تو ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کن گھروں سے مراد ہے، فرمایا انبیا کے گھروں سے حضرت ابو بکر نے علی و فاطمہ

۲۵۔ رسولؐ کے دل میں فاطمہؑ کی محبّت

حضرت رسول خدا کو اپنی پیاری بیٹی سے اس درجہ محبت تھی کہ چاہے آپ کو کیسا ہی رنج و ملال ہوتا لیکن جب جناب سیدہ سامنے آجاتیں تو آپ اُن کی صورت دیکھتے ہی سب غم بھول جاتے۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جب اصحاب آنحضرت کو بہت زیادہ رنجیدہ خاطر پاتے تھے تو آپکی خدمت میں جناب سیدہ کو بلا لیتے تھے، حضرت انکو دیکھکر خوش ہو جاتے تھے۔

حضرت اپنی نور دیدہ کا جتنا اعزاز و اکرام فرماتے تھے شاید کسی باپ نے اپنی اولاد کا یہ اعزاز نہ کیا ہوگا اور اس کا خاص سبب ان معصومہ کے فضائل نفسانی تھے۔ حضرت کا یہ معمول تھا کہ جب حضرت فاطمہ زہرا آپ کے پاس تشریف لاتیں آپ انکو دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنے پہلو میں جگہ دیتے، سر اور آنکھوں کو بوسہ دے کر پورے التفات سے بات چیت کرتے۔

جب کسی غزوہ یا سفر سے واپس ہوکر مدینہ میں واپس تشریف لاتے تو مسجد میں دو رکعت نماز پڑھکر سب سے پہلے جناب سیدہ کے دروازے پر آتے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ البیت فرما کر اندر تشریف لے جاتے اور جناب سیدہؑ اور حسنین علیہم السلام کے دیدار سے مسرت حاصل کرنے پھر اپنی بی بیوں کے گھروں میں رونق افروز ہوتے۔

آیہ مودت نازل ہونے کے بعد آپ کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ نماز فجر پڑھنے کے بعد آپ جناب سیدہ کے یہاں تشریف لاتے اور انکی اور انکے بال بچوں کی خیریت دریافت کر کے اپنے گھر تشریف لاتے (روضۃ الاحباب)

... اور جب سفر سے تشریف لا
توسب سے پہلے، سب سے پیچھے ملنے سے یہ غرض تھی کہ جدائی کا زمانہ جتنا بھی کم ہو اتنا ہی اچھا ہے۔

صحیح ترمذی میں حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ وہ فاطمہ سے زیادہ حضرت رسولخدا سے چال میں، انداز میں، سیرت میں نشست و برخاست میں مشابہ ہو۔ جس وقت فاطمہ زہرا آپ کے پاس آتی تھیں، آپ انکی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، انکی پیشانی پر بوسہ دیتے تھے اور اپنے بیٹھنے کی جگہ انکو بٹھاتے تھے۔

جذب القلوب میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عائشہ کے مکان کے درمیان ایک کھڑکی تھی، حضرت رسولخدا اسی کھڑکی سے برآمد ہوا کرتے تھے اور ہر مرتبہ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ اور حسنین کی خیر و عافیت دریافت فرماتے تھے، ایک بار حضرت عائشہ اور حضرت سیدہ کے درمیان کچھ نزاع ہوگئی، جناب سیدہ نے حضرتؐ سے اسکی شکایت کی آپ نے سیدہ کی خواہش پر اس کھڑکی کو بند کرا دیا۔

۲۶۔ حضرت فاطمہؑ کے دلمیں محبّت رسولؐ

اولاد کو اپنے ماں باپ سے اور ماں باپ کو اپنی اولاد سے فطرتاً محبت ہوتی ہے لیکن حضرت سیدہ کے دل میں جو محبت حضرت رسولخدا کی تھی اسکی نظیر کم ملتی ہے انھوں نے اپنی تمام زندگی میں کوئی ایک بات بھی ایسی نہ کی جو مرضی رسول کے ذرا بھی خلاف ہوتی وہ اپنے پدر بزرگوار کے اشاروں پر کام کرنے والی تھیں۔

تھے تو آپ سروقد تعظیم کو کھڑی ہوجاتی تھیں اور پیشانی اقدس پر بوسہ دے کر اپنی جگہ حضرت کو بٹھاتی تھیں۔

تفسیر کشاف میں ہے کہ ایک بار قحط کے زمانہ میں حضرت رسولخدا نے کھانا نہیں نوش فرمایا تھا۔ جناب سیدہ نے آپ کے لئے دو روٹیاں اور تھوڑا سا گوشت ہدیہ بھیجا، آپ نے اس روز اپنی بھوک پر حضرت کی بھوک کو ترجیح دی تھی، حضرت اس کھانے کو لیکر خود تشریف لائے اور فرمایا بیٹی تم اس کھانے کو خود میرے پاس لاؤ۔ حضرت فاطمہ نے اس برتن پر سے کپڑے کو اُٹھایا دیکھا کہ وہ گوشت اور روٹی سے پُر ہے سمجھ گئیں کہ یہ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے، حضرت نے مسکرا کر فرمایا بیٹی! یہ اتنا کھانا کہاں سے آیا عرض کی یہ اللہ کیطرف سے ہے، اللہ جسکو چاہتا ہے بحساب رزق دیتا ہے۔ فرمایا شکر ہے اس خدا کا جس نے تجھکو بنی اسرائیل کی بہترین عورت (مریم) سے مشابہ قرار دیا، اسکے بعد حضرت نے علی علیہ السلام اور حسنین علیہما السّلام کو بلایا اور سب کے ساتھ اس کھانے کو نوش فرمایا۔ سب شکم سیر ہوگئے اور وہ کھانا بدستور باقی رہا۔ پھر جناب سیدہ نے اپنے محلہ والوں کو بھیجدیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ جلاء العیون میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت رسولخدا کئی وقت کے فاقے سے تھے بھوک سے بیتاب ہوکر آپ اپنی ایک ایک بی بی کے گھر تشریف لے گئے، مگر کسی کے یہاں کچھ کھانے کو نہ ملا پھر آپ جناب سیّدہ کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کچھ کھانے کو ہو تو مجھے دو میں بہت بھوکا ہوں۔ یہ سنکر حضرت سیدہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ عرض کرنے لگیں آج متواتر تین روز سے گھر میں فاقہ ہے کھانا کیا چیز ہے میں اپنی جان تک آپ پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ حضرت مایوس ہوکر مسجد میں تشریف

لائی، جناب سیدہ نے اسکو لے لیا اور ایک طشت کے نیچے چھپا دیا اور اس خیال سے ایک کپڑا ڈھک دیا کہ چھوٹے بچے فاقہ سے ہیں ایسا نہو کھانا دیکھکر ہٹ کرنے لگیں اور حضرت سے پہلے ہی کھالیں۔ آپ نے امام حسین سے فرمایا کہ تم مسجد میں جا کر نانا جان کو جلد ہی بلالاؤ حضرت تشریف لائے تو جناب سیدہ نے عرض کی باباجان آپ کے تشریف لے جاتے ہی خدا نے اپنے فضل سے رزق بھیجدیا۔ میں نے اپنے بچوں کی نظر سے چھپا کر آپ کے لئے رکھ چھوڑا ہے، حضرت نے فرمایا لے آؤ۔ جناب سیدہ نے جو کپڑا اٹھا کر دیکھا تو کاسہ گوشت اور روٹی سے بھرا ہوا پایا۔ آپ اسی طرح حضرت کی خدمت میں اٹھا لائیں اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت نے فرمایا اے فاطمہ خدا جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ یہ کہکر حضرت نے سب کے ساتھ وہ کھانا تناول فرمایا

روضۃ الاحباب میں ہے کہ ایک بار جناب سیدہ مسجد میں تشریف لائیں اور آنحضرت کی خدمت میں روٹی کا ایک ٹکڑا پیش کیا حضرت نے لے تو لیا مگر حسرت بھری نظر سے بیٹی کا چہرہ دیکھکر پوچھا۔ بی بی یہ کہاں سے ملا؟ سیدہ نے آبدیدہ ہو کر کہا تھوڑے سے جَو مل گئے تھے انھیں پیسا اور دو وقتوں کے فاقہ کے بعد بچوں کے لئے روٹی پکائی۔ انھیں کھلانے کو بیٹھی تو آپ کا خیال آ گیا بے اختیار اس ٹکڑے کو لیکر حاضر خدمت ہوئی۔ آپ یقین جانیں کہ متواتر دو فاقوں کے بعد میرے بچوں کو ایک روٹی نصیب ہوئی تھی۔ یہ سنکر حضرت کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور وہ چھوٹا سا ٹکڑا تناول کرنے کے بعد فرمایا بیٹی! متواتر چار وقتوں کے بعد یہ پہلا روٹی کا ٹکڑا ہے۔ جو تیرے باپ کی حلق سے اترا ہے۔

۲۷۔ حضرت فاطمہؑ و حضرت علیؑ کے باہمی تعلقات

حضرت فاطمہ زہرا جب سے حضرت علی کے گھر میں بیاہی ہوئی آئیں اور جب تک زندہ رہیں نہ انھوں نے کبھی کوئی کام حضرت علی کی مرضی کے خلاف کیا اور نہ حضرت علی نے کبھی ایک دم کے لئے اُن کی آزردگی یا دل آزاری گوارا کی۔ نہ وہ ایسی بی بی تھیں کہ شوہر کے حقوق کا لحاظ نہ رکھتیں نہ یہ ایسے شوہر تھے کہ فاطمہ جیسی بی بی کے احترام کا خیال ایک آن واحد کے لئے بھی دل سے مٹا دیتے جسطرح حضرت رسولخدا کی آغوش ہدایت میں حضرت فاطمہ نے پرورش پائی تھی اسیطرح حضرت علی بھی اسی آغوش کے تربیت یافتہ تھے، ایمان کے اعلیٰ مراتب پر وہ بھی فائز تھے یہ بھی، پھر کیونکر ممکن تھا کہ ایک کو دوسرے کے حقوق کا پوری طرح پاس و لحاظ نہ ہوتا۔ سیدہ کے دل میں علی کی جیسی قدر تھی ویسی ہی علی کے دل میں سیدہ کی منزلت تھی۔ حضرت سیدہ کی وفات کے بعد کسی نے جناب امیر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کے ساتھ ان معصومہ کے معاشرتی تعلقات کیسے تھے؟ تو آپ آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور ایک آہِ سرد کھینچکر کہا۔

وہ جنت کا ایک خوشبودار پھول تھیں جسکے مرجھانے پر بھی اسکی خوشبو سے میرا دماغ اب تک معطر ہے جبتک فاطمہ زندہ رہیں مجھے اُن سے کوئی شکایت پیدا نہوئی کوئی شکایت ہو کیسے سکتی تھی جبکہ دونوں اخلاق رسول کی تعلیم سے فیضیاب تھے، آداب رسالت اور تہذیب نبوت سے واقف تھے، سیدہ ہر حالت میں اپنی خواہشوں پر شوہر کی خواہشوں کو مقدم رکھتی تھیں، انکا یہ دستور تھا کہ پہلے اپنے شوہر اور بچوں کو کھانا کھلا دیتی تھیں۔ پھر خود تناول فرماتی تھیں۔

امام حسن علیہ السلام بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار دن بھر کے بعد ہم لوگوں کو

سب کے بعد اپنے حصے کی روٹی کھانے بیٹھیں۔ لقمہ توڑ کر منہ میں رکھنا چاہتی تھیں کہ دروازے سے ایک سائل کی آواز آئی کہ میں دو وقت کا بھوکا ہوں خدا کی راہ میں مجھے کچھ دیجیے اس آواز کو سنکر وہ بے چین ہوگئیں ہاتھ سے لقمہ رکھدیا اور وہ روٹی مجھے دیکر فرمایا کہ جاؤ اس مرد محتاج کو دے آؤ کیونکہ مجھ سے زیادہ وہ اس کھانے کا مستحق ہے۔ میں نے عرض کی اس کا کیا سبب؟ فرمایا۔ بیٹا تمہاری ماں نے تو صرف ایک ہی وقت سے کھانا نہیں کھایا ہے اور یہ بیچارہ دو وقت کے فاقہ سے ہے۔ یہ سنکر میں خموش ہوگیا اور وہ روٹی اس سائل کو دے آیا۔

اس واقعہ سے آپ کی انتہا درجہ کی کریم النفسی اور ایثار ظاہر ہونے کے علاوہ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ آداب معاشرت سے کامل درجہ پر واقف تھیں عام طبیعتوں کے اصول پر دن بھر کے فاقہ میں آپ کو پہلے ہی کچھ کھالینا چاہیے تھا اسکے بعد بال بچوں یا گھر والوں کو دیتیں اور بھوک کی شدت میں اگر آپ کے روزانہ معمول میں ایک دن کے لئے فرق بھی آجاتا تو کوئی قابل اعتراض بات نہ تھی، مگر خدا کے برگزیدہ بندوں سے ایسا کہاں ممکن ہے، وہ چاہے کیسی ہی مصیبت میں کیوں نہ ہوں اپنے اصول کو ترک نہیں کرتے اور یہی اُن کے اور عام لوگوں کے درمیان فرق پیدا کرنیوالی بات ہوتی ہے۔

ایک بار جناب امیر علیہ السلام گھر میں تشریف لائے، حضرت سیدہ سے دریافت کیا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ آپ نے سر جھکا لیا اور منہ سے کچھ نہ کہا۔ مزاج شناس شوہر بھی سمجھ گیا۔ آج گھر میں کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ فوراً گھر سے باہر چلے آئے اور کہیں سے کچھ حاصل کرنے کی فکر کرنے لگے، پھر جب گھر میں آئے تو دیکھا کہ سیدہ کو نہ فاقہ کا خیال ہے نہ اپنی تنگدستی اور بھوک کا ملال۔ محراب عبادت میں بیٹھی ذکر خدا کر رہی ہیں۔

فرمایا۔ اے دخترِ رسول آپ نے مجھ سے اس کا ذکر بھی نہ کیا۔ انھوں نے سر جھکا کر جواب دیا۔ میرے پدر بزرگوار نے رخصت کرتے وقت یہ تاکید کر دی تھی کہ میں آپ سے کوئی چیز مانگ کر شرمندہ نہ کیا کروں یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ سے ذکر نہ کیا۔ کیونکہ یہ ذکر کرنا در پردہ اس بات کا تقاضا ہوتا کہ آپ کہیں سے کچھ لایئے

ایک بار جناب سیدہ بیمار ہوئیں غالباً بخار تھا، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں وہ رات سیدہ نے بڑی بے چینی میں کاٹی انکی وجہ سے میری بھی پلک سے پلک نہ لگی۔ قریب صبح کچھ غنودگی سی آئی تھی کہ مسجد سے اذان کی آواز کان میں آئی میں اُٹھ بیٹھا۔ دیکھا تو سیدہ وضو کر رہی ہیں میں نے خیال کیا کہ اگر یہ اسوقت تیمم سے نماز پڑھ لیتیں تو اچھا ہوتا۔ میں بغیر کچھ کہے سنے مسجد میں چلا گیا۔ بعد نماز جب واپس آیا تو سیدہ کو حسب معمول چکی پیستے دیکھا۔ شدت مرض سے چہرہ تمتما رہا تھا دل بے چین ہو گیا۔ میں نے نہایت نرمی سے کہا۔ رات بھر آپ کو بخار رہا، ایک منٹ کو آپ چین سے سوئی نہیں اس پر صبح ہی آپ نے ٹھنڈے پانی سے وضو کر لیا۔ اور اب آپ چکی پیس رہی ہیں۔ کیا ان باتوں سے مرض میں اور شدت نہ ہو جائے گی۔ آپ نے سر جھکا کر جواب دیا۔ اگر اپنے فرائض کے انجام دینے میں میں مر بھی جاؤں تو یقین کرو میں انتہا سے زیادہ خوش ہونگی میں نے وضو کیا عبادت خدا کے لئے اور چکی پیسی تمھاری اطاعت کے لئے، تم ہی بتاؤ کہ فاطمہ کے لئے ان دونوں فریضوں سے بڑھکر اور کیا فریضہ ہو سکتا ہے، کیا سیدہ کے علاوہ کوئی مثال ایسی پیش کی جا سکتی ہے جہاں اطاعتِ شوہر اور آدابِ خانہ داری کی یہ شان نظر آتی ہو۔؟

سیدہ معمولی بی بی نہیں۔ بادشاہِ دین و دنیا کی صاحبزادی ہیں، تمام زنانِ عالم کی سردار ہیں، لیکن اللہ ری فرض شناسی اور انکساری کہ اپنے گھر میں جھاڑو

بھی ہیں، کھلاتی پلاتی بھی ہیں۔ بیمار ہوں تو بہلاتی بھی ہیں، تیمارداری بھی کرتی ہیں۔ گھر کا کام کاج کرتے کرتے تھک جاتی ہیں مگر کیا ممکن کہ گھر کا کوئی کام ادھورا رہ جائے، ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں تو ہو جائیں مگر چکی پیسنا موقوف نہیں ہوتا کام کرتی ہیں تو اس شان سے کہ ایک ہاتھ سے روتے بچہ کو چھاتی سے لگائے ہیں، دوسرے ہاتھ سے کام کر رہی ہیں۔ دنیا کی مسلمان عورتوں کو سیدہ کی اِس زندگی سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور ان کو سیدہ کے قدم بقدم چل کر اپنے خانہ داری کے فرائض کو پہچاننا چاہیئے۔ گھر کی بی بی بن جانا بہت آسان ہے لیکن گرہستی کے فرائض کا پوری طرح ادا کرنا اور اس چھوٹی سی دنیا کا صحیح معنی میں انتظام کرنا بہت دشوار ہے

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں باہر کے جتنے کام ہوتے تھے وہ ہمارے پدر بزرگوار انجام دیتے تھے جیسے پانی ایندھن اور بازار کی چیزیں لانا اور گھر کے تمام کام جیسے کھانا پکانا، چکی پیسنا، جھاڑو دینا وغیرہ سب ہماری مادر گرامی اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں اور انہی کاموں کے درمیان ہماری ضرورتیں بھی مثلاً دودھ پلانا، نہلانا، کپڑے بدلوانا وغیرہ بھی پوری کرتی جاتی تھیں، گھر کے کام کاج کے متعلق آپ کسی رشتہ دار یا ہمسایہ کی مدد نہ طلب کرتی تھیں۔ کام کی کثرت سے گھبراتی نہ تھیں اور اپنی غیر معمولی زحمت کی شکایت نہ کرتی تھیں۔ جیسا عام طور پر دستور ہے کہ کام کاج کے زیادہ ہجوم سے پریشان ہو کر عورتیں اپنی ہمسائیوں یا قرابت دار عورتوں کو بلا لیا کرتی ہیں اور انکی ضرورتوں میں خود مدد دینے کو تیار ہو جایا کرتی ہیں۔ سیدہ نے کبھی اسکی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا حمزہ و عباس و عقیل و جعفر تک کی عورتوں کو کبھی اپنی مدد کی زحمت نہیں دی۔ ان باتوں سے

گھر کے فرائض شوہر کی اطاعت و آرام دہی اور بچوں کی پرورش کے کاموں کو اتنا اہم سمجھتی تھیں کہ کسی دوسرے کو ان میں شریک کرنا پسند ہی نہ کرتی تھیں، یہ بات نہیں تھی کہ گھر میں کوئی مدد دینے والا تھا ہی نہیں اور آپ کو مجبوراً تمام کام کرنے پڑتے تھے، جناب فضہؓ سی ہمدرد و خیر خواہ کنیز کی موجودگی میں بھی سیدہ کی مصروفیت میں کوئی کمی نہ آتی تھی، ایسی بی بیاں تو دنیا میں بیشمار ہیں جو کنیزوں سے خدمت کراتی ہیں لیکن سیدہ وہ بی بی تھیں جو محض قربت خدا حاصل کرنے کی غرض سے کنیزوں کی بھی خدمت کر دیتی تھیں۔

جناب سلمان فارسی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں کسی ضرورت سے سیدہ کے گھر گیا۔ دیکھا کہ وہ چکی پیس رہی ہیں محنت سے دونوں ہاتھ زخمی ہو گئے ہیں چکی کی کھونٹی خون آلود ہے، ایک گوشہ میں حضرت امام حسین بھوک کی شدت سے رو رہے ہیں۔ میں یہ دیکھکر بیقرار ہو گیا اور سیدہ کی خدمت میں عرض کرنے لگا۔ فضہؓ کے ہوتے آپ اتنی مشقت کیوں اُٹھا رہی ہیں یہ کام اُن سے کیوں نہیں لیتیں؟ فرمایا۔ اے سلمان! فضہ کو دیتے وقت میرے پدر بزرگوار نے مجھ پر تاکید فرمادی تھی کہ ایک دن گھر کا کام کاج میں کیا کروں اور ایک دن فضہؓ۔ اِس حساب سے آج میری باری کا دن ہے، فضہ کا نہیں اس لئے میں فضہ کو ناحق تکلیف دینا نہیں چاہتی، میں یہ سُنکر بے اختیار رونے لگا اور عرض کی میں تو آپ کا آزاد کردہ غلام ہوں مجھے حکم دیجئے کہ میں حسینؑ کو بہلاؤں یا چکی پیسوں؟ فرمایا حسین بغیر میرے نہیں بہلے گا میں اُسے بہلائے لیتی ہوں۔ تم اتنے جو پیس لو۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ اتنے میں مسجد سے اذان کی آواز آئی۔ میں نماز پڑھنے چلا گیا۔ وہاں حضرت علی سے اس واقعہ کو بیان کیا، آپ مسجد سے گھر میں آئے اور گھر سے فوراً ہی ہنستے ہوئے

جب میں گھر میں داخل ہوا تو دیکھا سیدہ تو تھک کر سو گئی ہیں اور حسین انکے سینہ پر آرام کر رہے ہیں اور چکی آپ ہی آپ چل رہی ہے، یہ تذکرہ جب حضرت رسولخدا نے سنا تو فرمایا یا علی! کیا تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور تا روز قیامت محمد و آل محمد کی خدمت کرتے رہیں گے (جلاء العیون صـ ۱۰۲)

باب دوم

فضائل نفسانی

۱۔ حضرت فاطمہؑ کی عبادت و خوف الٰہی

اُس بی بی کی عبادت کا کیا ٹھکانا جس کے گھر میں ہی عبادت اُتری تھی اور دنیا نے اسی گھر سے عبادت کے طریقے سیکھے تھے۔ عبادت کے اصلی منشاء کو جیسا یہ لوگ سمجھ سکتے تھے دوسرا کون سمجھ سکتا۔ اِن حضرات کے جملہ افعال و اعمال عبادت تھے۔ چاہے وہ کسی کام میں کیسی ہی مشغول ہوں لیکن یاد الٰہی سے کبھی خالی نہ رہتے۔

جناب سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ ایک بار میں جناب سیدہ کے گھر گیا تو دیکھا حسنین علیہما السلام ایک گوسفند کی کھال پر سو رہے ہیں، سیدہ کے ایک ہاتھ میں پنکھا ہے دوسرے میں تسبیح، ایک ہاتھ سے پنکھو کیا [illegible]

ایک بار حضرت علی علیہ السلام گھر میں تشریف لائے تو دیکھا کہ جناب سیدہ روٹی پکاتی جاتی ہیں اور نہایت خوش الحانی سے سورہ ہائے قرآنی بھی پڑھتی جاتی ہیں (علل الشرائع)

حسن بصری سے حضرت علی علیہ السلام کا یہ قول تمام کتابوں میں مرقوم ہے کہ جناب سیدہ خدا کی عبادت کرتی تھیں، لیکن ان کی عبادت کی وجہ سے گھر کا کوئی کام اپنے وقت سے نہ ہٹتا تھا، مجھے کسی کام کے متعلق کبھی ان سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔

حضرت امام حسن علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں ہمیشہ اپنی والدۂ گرامی کو محراب عبادت میں صبح سے شام تک خدا کے آگے گریۂ وزاری کرتے حمد و ثنا فرماتے نہایت عاجزی سے دعائیں مانگتے اور التجائیں کرتے، دیکھا کرتا تھا مگر ان طویل طویل دعاؤں میں کوئی ایک دعا بھی اپنے لئے نہ ہوتی تھی بلکہ مومنین و مومنات کے لئے۔

گھر کے کام دھندوں کے بعد سوائے محراب عبادت میں کھڑے رہنا یا قرآن پڑھنے کے علاوہ کسی دوسرے کام میں کبھی آپ کو مشغول نہیں دیکھا جاتا تھا۔ عبادت کے وقت خوف خدا سے آپ کا چہرہ پیلا پڑ جاتا تھا اور جسم اقدس تھر تھر کانپنے لگتا تھا آنکھوں سے اتنے آنسو بہتے تھے کہ مصلّے تر ہو جاتا تھا۔ چکی پیستے پیستے اگر ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے تو سجدہ کرتے کرتے پیشانی پر نشان پڑ گیا تھا۔

حضرت رسولخدا کے وعظ مکان نزدیک ہونے کیوجہ سے گھر میں بیٹھی سُنا کرتی تھیں۔ جب عذاب الٰہی کا ذکر ہوتا تھا تو دل پر اس درجہ خوف طاری ہوتا تھا کہ غش پر غش آنے لگتے تھے۔ خود بھی قرآن پڑھتے وقت جب کسی عذاب

ہوجاتی تھیں۔

ایک مرتبہ عذاب دوزخ کی نسبت چند آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت رسولخدا اتنا روئے کہ آپ کی بیقراری اور گریۂ وزاری دیکھکر تمام حاضرین دہاڑیں مار کر رونے لگے، جب حضرت کا رونا کسی طرح نہ رکا اور آپ کے گریہ کا اصلی سبب معلوم نہ ہوسکا تو سب نے مل کر جناب سیدہ کو بلانے کی تجویز ٹھہرائی کیونکہ یہ معمول تھا کہ جناب رسولخدا کو چاہے کتنا ہی ملال ہوتا جناب سیدہ کی صورت دیکھتے ہی خوش ہوجاتے تھے۔ اس بنا پر صحابہ جناب سیدہ کے دروازے پر حاضر ہوئے۔ جناب سلمانؓ فارسی اندر تشریف لے گئے تو دیکھا سیدہ چکی پیس رہی ہیں اور اسی حالت میں ایک آیت قرانی کی برابر تلاوت فرماتی جارہی ہیں۔ جناب سلمانؓ بیٹھ گئے اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اپنے پدر بزرگوار کی یہ حالت سنتے ہی بیقرار ہوگئیں۔ فوراً اٹھیں اور ایک گوشہ سے ایک کمبل اٹھا کر اوڑھ لیا جس میں پندرہ پیوند لگے ہوئے تھے، سلمان کہتے ہیں میں آپ کی شان و منزلت اور اس بوسیدہ اور پرانے کمبل کی صورت دیکھکر رونے لگا۔ غرضکہ آپ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ان کی صورت دیکھتے ہی خاموش ہوگئے، اُٹھے اور اپنی پارۂ جگر کو چھاتی سے لگالیا پھر آنے کا سبب پوچھا۔ جناب سیدہ نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا میں اسوقت چکی پیستی جاتی تھی اور اس آیہ قرآنی کی تلاوت کرتی جاتی تھی قسم خدا کی میں حضور کو یقین دلاتی ہوں کہ آج پانچ برس سے میرے اور علی کے پاس بکری کی ایک کھال کے سوا کوئی چیز بچھانے کو نہیں ہے۔

یہ سُنکر حضرت نے ارشاد فرمایا بیٹی تمھارے صبر و شکر کا بدلہ خدا کے خزانۂ آخرت میں امانت ہے اس کے بعد جناب سیدہ نے آپ کے شدت

تھی نازل ہوئی تھیں، اتنا سنتا تھا کہ سیدہ بیقرار ہوکر زمین پر گر پڑیں۔ بار بار انکی تلاوت فرماتی تھیں اور روتی جاتی تھیں۔ یہانتک کہ اسی وقت خدا نے آیہ رحمت نازل فرمائی تب باپ اور بیٹی کو قرار دسکون آیا (منقول از الزہرا مولفہٗ مولانا اولاد حیدر صاحب فوق بلگرامی)

۲- درگاہ الٰہی میں حضرت فاطمہؑ کا وقار

ایک دن حضرت رسول خدا مسجد میں تشریف رکھتے تھے، قریش کی چند عورتوں نے حاضر ہوکر عرض کی کہ اے محمدؐ! اگرچہ ہم بلحاظ دین آپ سے علیحدہ ہوگئے ہیں لیکن قرابت اور نسب کے اعتبار سے تو علیحدہ نہیں لہذا ہماری درخواست ہے کہ آپ فاطمہ کو ہمارے یہاں شادی میں شریک ہونے کی اجازت دیدیجئے حضرت نے کچھ دیر تامل فرماکر جواب دیا کہ بہتر ہے تم جاؤ میں فاطمہ کو تمھارے یہاں بھیجدوں گا، جب وہ چلی گئیں تو آپ جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بیٹی! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ خلق خدا کے ساتھ بہ خلق وکرم پیش آؤں دشمنوں کے ظلم وستم کو برداشت کروں، ان کے نفاق کا شکر کے ساتھ مقابلہ کروں، آج قریشی عورتوں نے میرے پاس آکر اس امر کی درخواست کی ہے کہ ان کے یہاں کی شادی میں تم بھی شریک ہو چنانچہ میں نے ان کی درخواست منظور کرلی ہے، اب تم اس بارہ میں کیا کہتی ہو؟ جناب سیدہ نے عرض کی مجھے خدا و رسول کا حکم بجالانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے لیکن میرے پاس کوئی لباس ایسا نہیں ہے جسے شادی میں پہنکر جا سکوں، وہ سب تو پرُتکلف لباس پہنے ہونگی اور میں اس کہنہ اور بوسیدہ لباس سے جاؤنگی تو وہ خواہ مخواہ مجھپر انگشت نمائی کرینگی۔ عتبہ کی بی بی۔ شیبہ کی بیٹی

اس جلسہ کی عورتیں اور لڑکیاں۔ یہی کچھ گستاخ ہیں حضور پر بخوبی روشن ہے ابولہب کی بی بی جو آپ کی راہ میں کانٹے بچھاتی ہے، ابوسفیان کی بی بی ہندہ جو ہر وقت آپ کی غیبت کرتی رہتی ہے یہ بھی وہاں ہونگی وہ مجھے دیکھکر بغیر کچھ کہے نہ رہیں گی۔

ابھی یہ بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور کہا خدا کا حکم یہ ہے کہ تم فاطمہ کو ضرور وہاں بھیجو فاطمہ کے جانے سے کچھ عجیب امور ظاہر ہونگے۔ آنحضرت نے اس وحی کی خبر جناب سیدہ کو دی، آپ نے فوراً اس حکم کی تعمیل پر آمادگی ظاہر کی چادر اوڑھی اور بغیر کسی خادمہ کے شادی والے گھر کی طرف روانہ ہوگئیں۔

وہاں قریش کی عورتیں آپس میں یہ ذکر کر رہی تھیں کہ آج محمد کی بیٹی جب ہماری زرق برق پوشاکیں اور اپنا پھٹا پرانا لباس دیکھے گی تو شرم سے زمین میں گڑ جائیگی اور یہاں سے بڑی رنجیدہ ہوکر جائیگی، ناگاہ ایک غیبی آواز نے ان کے کانوں میں کہا کہ فاطمہ تشریف لاتی ہیں۔ جناب سیدہ کے وہاں تشریف لاتے ہی وہ سارا گھر نور رخ سے جگمگا اُٹھا، آپ خراماں خراماں ایک ایسا پرتکلف لباس زیب تن کئے تشریف لا رہی تھیں جو انھوں نے خواب وخیال میں بھی نہ دیکھا تھا، اِرد گرد آپ کے کچھ کنیزیں تھیں جو چادر کے گوشوں کو سنبھالے ہوئے تھیں، یہ حال دیکھتے ہی ان سب عورتوں کے ہوش اُڑ گئے اور حیران ہوکر ایک دوسرے سے پوچھنے لگیں کہ یہ کس جلیل القدر بادشاہ کی بیٹی ہے جس کے چہرے کا نور آفتاب کو شرماتا ہے اور جس کا لباس اتنا قیمتی نظر آتا ہے کہ شاید دنیا والوں کو کبھی ایسی پوشاک میسر نہ آئی ہوگی، لیکن جب انکو معلوم ہوا کہ یہ فاطمہ بنت محمد ہیں تو آتش حسد سے

جس آئیں اور وفور ندامت سے اپنی گردیں جھکالیں، بالآخر چند عورتوں نے آپ کے پاس آکر کہا اے بنت محمد جس کھانے کی خواہش ہو اُسے بیان کیجئے تاکہ حاضر کیا جائے، حضرت سیدہ نے فرمایا میرے پدر بزرگوار نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ دو روز بھوکے رہیں اور دو روز سیر پس ہماری صفت بھوکا رہنا ہے، اگر تم کو میری خوشنودی درکار ہے تو اس سے بہتر کوئی امر نہیں ہوسکتا کہ کفر کو چھوڑ کر اسلام قبول کرو تاکہ خدا و رسول کی نظر میں تمھاری عزت ہو، جناب سیدہ کے اس کلام کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ اکثر عورتیں مشرف باسلام ہوگئیں (روضۃ الشہداء، شواہد النبوۃ۔ عمدۃ المطالب صـ۱۹۷)

ایک بار ماہ رمضان کی آخری تاریخ تھی حضرت سیّدہ نماز صبح سے فارغ ہوکر چکی پیس رہی تھیں حسن و حسین باہر سے کہتے آئے امّاں جان کل عید کا دن ہے۔ سب لڑکے نئے نئے کپڑے پہن کر اور اپنی اپنی سواریوں میں بیٹھکر عیدگاہ جائیں گے، آپ نے ہمارے لئے نئے کپڑے نہیں بنائے۔ بتائیے ہم کیا پہنیں گے؟ یہ سنکر حضرت سیدہ خاموش ہوگئیں اور اب یہ فکر ہوئی کہ بچوں کے لئے نئے کپڑے کہاں سے لائیں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی بچوں نے پھر تقاضا شروع کیا۔ جناب سیدہ نے انکی تسلّی کے لئے کہا، تمھارے کپڑے اللہ نے جنت میں تیار کرائے ہیں، جب درزی لائیگا تو پہن لینا۔

رات کو بچے تو سو گئے مگر سیدہ کا فکر سے عجب حال تھا، نماز مغرب کے بعد درگاہ الٰہی میں رو رو کر التجا کی خداوندا! میری عزت اور شرم تیرے ہاتھ ہے۔ تیرے سوا کون ہے جس سے عرض حال کروں حسن و حسین مجھ سے عید کا لباس مانگتے ہیں اور میرا جو کچھ حال ہے تجھ پر روشن ہے، ان معصوموں پر فضل کی نگاہ کر اور ان کے لباس کا کوئی سامان فراہم کر تاکہ وہ خوش ہوجائیں

اور تیری بات رہ جائے۔ میرے معبود تیرے خزانے میں کس چیز کی کمی ہے، یہ
تیرے نبی کے نواسے ہیں انکا دل نہ توڑ، اگر یہ ان میلے کپڑوں سے عیدگاہ گئے
تو مدینہ کے بچّے ان پر انگلیاں اُٹھائیں گے اور حقارت کی نظر سے دیکھیں گے
میں نے اپنے ذاتی عیش و راحت کے لئے کبھی تجھ سے کوئی سوال نہیں کیا
نہ اب کرتی ہوں۔ صرف حسنین کے لئے یہ التجا کر رہی ہوں میرے سوال کو پورا کر
ابھی یہ دعا ختم نہوئی تھی کہ کسی نے دروازے پر دستک دی اور بلند آواز
سے کہا کپڑے لیجاؤ، سیدہ نے فضّہ سے کہا، ذرا جاکر دروازے پر دیکھو کون ہے
فضہ گئیں تو دیکھا ایک درزی دروازے پر کھڑا ہے اور دو پوشاکیں اس کے
ہاتھ میں ہیں، فضہ انکو لیکر اندر آئیں اور جناب سیدہ کے سامنے رکھدیں آپنے
کہا فضّہ! یہ تو پوچھو یہ کون ہے اور کہاں سے لایا ہے، اب جو فضہ گئیں تو دروازہ
پر کوئی نہ تھا، سیّدہ سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے خدا نے بھیجے ہیں خوش ہوکر مُصلے سے اٹھیں
اور حسنین کو جگا کر فرمایا۔

"پیارے بچو! اُٹھو۔ درزی تمھارے کپڑے لیکر آیا ہے"۔

بچے اپنا لباس دیکھ کر بے حد خوش ہوئے اور اسی وقت پہننے کی خواہش
کرنے لگے۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ اب تو سو رہو سویرے اُٹھکر پہننا۔

یہ روایت بہت سی کتابوں میں نقل ہوئی ہے مثلاً سیرت فاطمہ ص ۱۴۷،
سیرۃ الزہرا وغیرہ۔

رسالہ سیرت فاطمہ میں ابن عباس سے یہ روایت نقل کیگئی ہے کہ قبیلہ
بنی سلیم کا ایک شخص حضرت رسولخدا کی خدمت میں آیا اور کہا اے محمدؐ! کیا
تو ہی وہ جادوگر ہے جسکی بابت یہ مشہور ہے کہ اسکا سایہ نہیں پڑتا۔ بتوں کی قسم
اگر مجھے اپنی قوم کی ناخوشی کا خیال نہ ہوتا تو ابھی اس تلوار سے تیری گردن

اڑا دیا، حضرت عمر یہ سنکر آگے بڑھنے چاہتے تھے کہ اسکی گستاخی کا جواب دیں
آنحضرت نے منع فرمایا اور اس شخص سے کہا میں خدا کا بندہ ہوں اور اسکا پیغام
پہنچانیوالا ہوں۔ اے بھائی! آخرت کے عذاب سے ڈر اور دوزخ کی آگ
سے اپنے کو بچا۔ عبادت کے قابل صرف وہی خدا ہے جس کا کوئی
شریک نہیں۔ اس گفتگو کا اسکے دل پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ وہ ایمان لے آیا حضرت
نے صحابہ سے فرمایا کہ اسکو قرآن کی کچھ آیتیں سکھا دو۔ پھر فرمایا اے شخص تیرے
پاس کسقدر مال ہے اس نے کہا قسم اس خدا کی جس نے آپ کو پیغمبر بنایا ہے
کہ قبیلۂ بنی سلیم میں ہم چار ہزار آدمی ہیں لیکن ان میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج
نہیں۔ آپؐ نے اصحاب سے فرمایا تم میں ایسا کون ہے جو اسکو ایک اونٹ
دیدے میں ضامن ہوں کہ خدا اسکا بہتر بدلہ دے گا۔ یہ سنکر سعد ابن عبادہؓ
نے کہا میں اپنی اونٹنی اسکو دیتا ہوں، پھر حضرت نے فرمایا۔ کون ہے جو اسکے
برہنہ سر کو ڈھانک دے؟ حضرت علی علیہ السلام نے اپنا عمامہ اُتار کر اُس کے
سر پر رکھدیا، اب آنحضرت نے فرمایا کون ہے جو اسکے کھانے کا کچھ سامان
فراہم کردے؟ سلمان فارسی اُٹھے اور اسکو اپنے ساتھ لیے ہوئے چند گھروں
پر گئے لیکن کہیں سے کچھ نہ ملا۔ آخر مایوس ہو کر حضرت سیدہ کے دروازے پر
آئے اور اُن سے تمام واقعہ بیان کیا۔ جناب سیدہ نے فرمایا۔ اے سلمان!
قسم ہے اُس خدا کی جس نے میرے باپ کو پیغمبر بنایا ہے کہ آج تین دن سے
میرے گھر میں فاقہ ہے میرے دونوں بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے۔ ابھی
ابھی سوئے ہیں لیکن سائل دروازے پر آیا ہے اسکو رد بھی نہیں کر سکتی یہ میری
ایک چادر ہے اسکو لیکر شمعون یہودی کے پاس جاؤ اور تھوڑی سی جنس میں
اسے گروی کر دو، سلمان وہ چادر لئے ہوئے اسکے پاس گئے اور سارا حال بیان کیا

... اس پر ایک خاص حالت
طاری ہوئی کہنے لگا اے سلمان! آج میں سمجھا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کی خبر ہمارے
پیغمبر موسیٰ نے توریت میں دی ہے میں فاطمہ کے باپ پر ایمان لایا اور
سچے دل سے مسلمان ہوگیا اسکے بعد اُس نے اناج سلمان کو دیدیا اور چادر بھی واپس
کردی۔ وہ اس ناج کو لئے ہوئے جناب سیدہ کے پاس آئے آپنے اپنے ہاتھ
سے اسکو پیسا اور روٹی پکاکر سلمان کو دیدی، سلمان نے کہا اس میں سے تھوڑی
بچوں کے لئے بھی لے لیجئے فرمایا اے سلمان! جو چیز راہ خدا میں دے چکی اُس
میں سے اب بچوں کے لئے لینا مناسب نہیں سلمان وہ روٹی لیکر آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور تمام کیفیت بیان کی، حضرت نے وہ روٹی
اس شخص کو دیدی اور خود جناب سیدہ کے پاس تشریف لائے اور انکا اداس
چہرہ دیکھکر حال پوچھا معلوم ہوا کہ تین روز سے کھیل تک اُڑکر منہ میں نہیں گئی
آپ نے درگاہ الٰہی میں عرض کی۔ خداوندا! فاطمہ تیری لونڈی ہے اُس سے
راضی رہیو (سیرت فاطمہ ص۱۲۱)

۳- مُفلسی میں حضرت فاطمہ کا استغنا

سخاوت کا مادہ قدرت نے بچپن ہی سے جناب سیدہ میں کوٹ کوٹ
کر بھر دیا تھا۔ دس سال کی عمر تھی کہ ملک شام کی ایک بڑی دولتمند خاتون
فاطمہ نامے جو نہایت دیندار دعبادت گزار تھیں اور آسمانی کتابوں کی
عالمہ بھی تھیں، جناب سیدہ کی خداداد عقل و فراست کی شہرت سنکر آپ سے
ملنے آئیں اور بہت سے تحفے از قسم زیورات و جواہرات، میوے، کپڑے
اور کھانے پینے کی چیزیں اپنے ساتھ لائیں جناب سیدہ نے

سامنے پیش کئے تو جناب فاطمہ نے ان سے اجازت لے کر وہ سب اسلام
کی خدمت کے لئے دیدیئے اور کپڑے اور کھانے پینے کی چیزیں اُن مسلمانوں
کی نذر کردیں جو اُسوقت اسلام کے بہترین خدمات انجام دے رہے تھے، فاطمۂ
شامیہ اس ایثار، وسیر چشمی کو دیکھ کر حیران ہو گئیں، آپ کو سینہ سے لگا لیا اور
پھر جبتک زندہ رہیں ہمیشہ جناب سیدہ کی تعریف کرتی رہیں (سیرت زہرا ص۱۲۴)

ایک روز جناب سیدہ نماز پڑھ چکی تھیں اور مصلے بچھائے بیٹھی ہوئی تھیں
افلاس کا صدمہ تھا اور بچوں کی بھوک کا خیال۔ اُداسی گھیرے ہوئے تھی اور
بیکسی چھائی ہوئی تھی اس حالت میں حضرت رسولخدا تشریف لے آئے اور بیٹی
کو اُداس دیکھکر پوچھنے لگے کیا حال ہے۔ جناب سیدہ حضرت کی آواز سُنکر
چونک پڑیں کھڑے ہو کر ادب سے سلام کیا اور عرض کرنے لگیں کچھ نہیں یوں
ہی اسوقت اپنی ناداری کا خیال آگیا تھا۔ حضرت وہیں بیٹھ گئے اور فرمایا
فاطمہ ذرا مصلے کا ایک گوشہ تو الٹو، جناب سیدہ نے حکم کی تعمیل کی اور مصلے
کا ایک گوشہ الٹ دیا۔ دیکھتی ہیں کہ اسکے نیچے ایک ڈھیر چاندی کا ہے اور ایک
سونے کا۔ حضرت نے فرمایا فاطمہ! جسقدر چاندی سونا اس میں سے چاہو لیلو
اور جتنا عیش کا سامان چاہو فراہم کرلو لیکن یہ خوب سمجھ لو کہ دنیا کی راحت و
آسائش چندروزہ ہے۔ پھر عقبیٰ میں کچھ نہیں ملنے کا، اب تمھیں اختیار ہے
چاہے دنیا میں لے لو چاہے عقبیٰ کے لئے اُٹھا رکھو۔ حضرت سیدہ نے عرض
کی مجھے دولت دنیا کی ضرورت نہیں یہ کہکر اپنے مصلے کا گوشہ سیدھا کر دیا
(سیرت الفاطمہ الزہرا ص۱۲۵)

ایک دن حضرت رسول خدا مسجد میں تشریف فرما تھے اور بہت سے
اصحاب خدمت بابرکت میں حاضر تھے کہ ایک بوڑھا آدمی پھٹے پرانے کپڑے

حضرت کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا، آپ نے اُسکا حال پوچھا اُس نے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کچھ کھانا دیجئے۔ ننگا ہوں کپڑا دیجئے محتاج ہوں میری مدد کیجئے آپ نے فرمایا میرے پاس تو اسوقت تمھاری حاجت روائی کے لئے کچھ بھی نہیں البتہ تم فاطمہ کے دروازے پر جاؤ وہ تمھاری حاجتونکو پورا کرینگی۔ حضرت فاطمہ کا حجرہ حضرت کے حجرے سے بالکل ملا ہوا تھا۔ جب حضرت کو یہ منظور ہوتا تھا کہ ازواج سے علیحدہ رہیں تو اسی حجرے میں قیام فرماتے تھے پس حضرت نے **بلالؓ** کو بلا کر حکم دیا کہ اس بڈھے کو فاطمہ کے در پر لیجاؤ۔ بلال وہاں لے گئے اور سائل نے اپنی حالت بیان کی۔ جناب سیدہ کے گھر میں خود ہی کئی روز سے فاقہ تھا فقیر کی حاجت سُن کر ہر طرف نظر دوڑائی مگر کوئی چیز سائل کو دینے کے لئے نظر نہ آئی۔ سوائے ایک بکری کی کھال کے جس پر حسنینؑ آرام فرمایا کرتے تھے آپ نے وہی اس بڈھے کو دیدی اور فرمایا اسے لے شاید خدا اپنی برکت نازل فرمائے اسنے کہا اے دختر رسول مجھے بھوک کی شکایت ہے اور آپ مجھے یہ کھال دیرہی ہیں۔ میں اسے لیکر کیا کرونگا۔ یہ سنکر حضرت سیدہ نے فوراً اپنے گلے سے وہ گلوبند کھول لیا جو فاطمہ دختر حضرت حمزہ نے آپ کو ہدیہ میں دیا تھا اور اس سائل کو دیکر فرمایا اسے بیچکر اپنی ضرورتوں کو پورا کرلے، وہ سائل اُسے لئے ہوئے خدمت رسول میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا، حضرت نے آبدیدہ ہوکر فرمایا تیرے لئے اب اس سے بہتر اور کون چیز ہوگی جسے فاطمہ دختر محمد نے تجھے دیا ہے۔

یہ سنکر حضرت **عمار یاسر** اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی اگر آپ اجازت دیں تو میں خرید لوں۔ حضرت نے فرمایا خرید لو۔ عمار نے اس سائل سے پوچھا اِس گلوبند کی کیا قیمت ہے؟ اس نے کہا صرف اتنا گوشت اور روٹی کہ میں سیر

اسکو بیچکر عبادت کر لوں اور ایک دینار کہ اُسے راہ میں خرچ کرکے اپنے بال بچوں تک پہنچ جاؤں حضرت عمار نے اتفاقاً اسی روز اپنا وہ حصہ بیچا تھا جو خیبر کی غنیمت سے ان کو ملا تھا۔ گلوبند کی قیمت سن کر کہنے لگے میں اسے خریدتا ہوں اور پھر اسے گھر لیجاکر اسکا مطالبہ پورا کر دیا۔ اور فرمایا اس کے علاوہ میں تجھے بیس دینار اور ایک اونٹ اور بطور ہدیہ دیتا ہوں تاکہ تو بآسانی اپنے اہل وعیال تک پہنچ جائے وہ شخص خوش خوش حضرت کی خدمت میں پھر آیا اور عمار کی داد و دہش کا حال بیان کیا اور کہا یہ صرف آپکی صاحبزادی کے صدقہ میں میری کل حاجتیں پوری ہوئی ہیں حضرت نے فرمایا فاطمہ کو دعا دے کہ وہی تیری حاجت روائی کا باعث ہوئی ہیں، اس شخص نے اپنے ہاتھ آسمان کیطرف بلند کر کے یہ دعا کی خداوندا! تو اس سخاوت کے بدلے فاطمہ کو وہ چیز عطا فرما جو کسی نے آنکھ سے نہ دیکھی ہو۔ حضرت نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا نے آخرت میں فاطمہ کو ایسی ہی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جن کی اس شخص نے دعا مانگی ہے اور دنیا میں اُسے مجھ جیسا باپ، علی جیسا شوہر اور حسنین جیسے فرزند عطا کیے ہیں۔

حضرت عمار یاسر نے پھر اُس گلوبند کو معطر کر کے ایک دوسری یمنی چادر میں لپیٹا اور اپنے غلام سہل نامے کو بلا کر دیا کہ اسے جناب رسولخدا کی خدمت میں لیجا اور میں نے تجھے بھی آنحضرت ہی کی نذر کیا۔ وہ غلام آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عمار کی گزارش بیان کی، آپنے فرمایا یہ تحفہ فاطمہ زہرا کو دے آؤ اور تجھ کو بھی میں نے انہی کو بخش دیا۔ الغرض وہ جناب سیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ نے وہ گلوبند لے لیا اور غلام سے کہا جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔ یہ سنکر وہ غلام مسکرایا

[illegible] کرتا ہوں کہ بھوکے کو کھانا کھلایا، برہنہ کو کپڑے پہنائے۔ فقیر کو غنی کیا۔ غلام کو آزاد کرایا اور پھر اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا

۳۔ حضرت فاطمہؑ کی عام رعایت اور دینی احتیاط

جناب سیدہ کے ہمسایہ میں ایک یہودی کا مکان تھا۔ اسکی ایک لڑکی تھی جو جناب سیدہ سے بہت ہل گئی تھی۔ روزانہ پہروں آکر آپ کی خدمت میں بیٹھتی تھی اور آپ کے کلام کو بڑی توجہ کے ساتھ سنا کرتی تھی ایک دن آپ کی خدمت میں آئی تو کوئی ڈھکی ہوئی چیز لائی اور جناب سیدہ کے سامنے رکھدی۔ آپ نے اُسے کھولا تو ایک چھوٹے سے ظرف میں تھوڑا سا تازہ حلوا نظر پڑا۔ سوچیں کہ یہ غیر مسلم کا مال ہے اور اسکی پکائی ہوئی چیز کا لینا اور کھانا دونوں ناجائز۔ مگر یہ لڑکی محبت سے لائی ہے۔ ہماری احتیاط اور شرعی مجبوری سے بالکل ناواقف ہے اگر اسے واپس دیتی ہوں تو اسکی دل شکنی ہوتی ہے اور خلق و مروت کے بھی خلاف ہوتا ہے آخر آپ نے اس سے فرمایا۔ اچھا تم لائیں میں نے لے لیا۔ اب تم اِسے اٹھا کر گھر میں فلاں مقام پر رکھ آؤ۔ لڑکی نے حکم کی تعمیل کی جب وہ چلی گئی تو آپ نے حضرت فضہ سے سارا واقعہ بیان کیا انھوں نے کہا اس حلوے کو فقرائے صفہ (مسلمان فقرا جو مسجد رسول میں ایک چبوترے پر بیٹھے رہتے تھے) کو بطور تحفہ بھیجدیا جائے۔ آپ نے فرمایا فضہ کیا کہتی ہو۔ ایسی چیز کو خدا کی راہ میں دیدوں جسے میں خود اپنے لئے لینا اور رکھنا قبول نہیں کرتی۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ تم اس حلوے کو یہودیوں کے بازار میں لیجا کر کسی راہب یہودی کو دے آؤ کہ وہی اسکا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ حضرت فضہ جناب سیدہؑ کے حکم کے مطابق ایک یہودی کو دے آئیں۔

حضرت میں پیش تھے۔ آپ کو اس کی یہ حرکت پہلے سے بھی زیادہ بیجا معلوم ہوئی آپنے اس سے تادیباً ارشاد کیا کہ یہ تمھارا مال ہرگز نہیں ہے کیونکہ اتنی سی عمر میں تمھارے پاس یہ درہم و دینار کہاں سے آئے، ضرور ہے کہ یہ مال پرایا ہے جسے میں اپنے ہاتھ سے بھی نہیں چھو سکتی۔ غالباً تم اپنے ماں باپ سے چھپاکر اور انکی آنکھ بچاکر یہ مال میرے پاس لائی ہو۔ جو یقیناً چوری ہے اسلئے میں کیا کوئی خدا سے ڈرنے والا مسلمان اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔ اِسے فوراً میرے سامنے سے اُٹھا لیجاؤ اور خبردار پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔ (سیرۃ الفاطمہ ۱۶۳)

۵۔ حضرت فاطمہؑ کی سخاوت

ایک بار حضرت علی گھر میں تشریف لائے اور حضرت فاطمہ سے کھانا طلب فرمایا۔ آپ نے کہا قسم خدا کی میرے پاس اسوقت کوئی ایسی شئے موجود نہیں ہے کہ آپ کو کھانے کو دوں۔ حضرت علی نے فرمایا تم نے مجھ سے اسکا ذکر نہ کیا کہ آج گھر میں کھانے کو نہیں ہے۔ انھوں نے فرمایا۔ اے ابوالحسن! مجھے اپنے خدا سے بڑی شرم آئی کہ تمھیں اس امر کے لئے تکلیف دوں جس کو میں خود جانتی ہوں کہ تم اس پر قادر نہیں ہو۔ حضرت علی علیہ السلام یہ سنکر باہر نکلے اور کسی سے ایک دینار قرض لے کر بازار میں تشریف لائے تاکہ کچھ خرید کرکے بچوں کے لئے لیجائیں کہ حضرت مقداد سے ملاقات ہوگئی، گرمی کے دن تھے اور اس وقت دوپہر کی دھوپ میں مقداد کا سر کھلا ہوا تھا اور ننگے پاؤں جلتی زمین پر رکھنے سے بھُنے جاتے تھے اور گرمی کی شدت سے بُرا حال تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے یہ پریشان حالی دیکھکر کیفیت پوچھی۔ انھوں نے کہا میرا حال نہ پوچھئے آپ کو صدمہ ہوگا۔ جب حضرت نے زیادہ اصرار کیا تو انھوں نے کہا۔ بچوں پر کئی وقت کا فاقہ ہے انکو تڑپتا بلکتا دیکھکر گھر سے نکل پڑا ہوں یہ سُنکر جناب

... فرمایا۔ اے
مقداد خدا کی قسم میں بھی اسی کام کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔ بڑی کوشش کے بعد یہ ایک دینار قرض لیا ہے مگر میں تمہاری ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم سمجھتا ہوں۔ یہ دینار لو اور اپنے بچوں کے لئے سامان لیجاؤ۔ مقداد ہرچند انکار کرتے رہے مگر آپ نہ ملنے اور وہ دینار انکو دیکر خالی ہاتھ گھر کو لوٹ آئے۔ دیکھا کہ جناب سیدہ بھوکے بچوں کو بہلا رہی ہیں اور بھوک کی شدت سے آپ کے پیر لرز رہے ہیں۔ جناب امیر علیہ السّلام زمین پر بیٹھ گئے اور ساری کیفیت بیان کر دی۔ یہ سنتے ہی بجائے حزن و ملال کے آپ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا اور فرمانے لگیں اے ابوالحسن! اس سے بڑھکر اور کیا خوشی کی بات ہو سکتی ہے کہ آج ہم لوگوں نے اپنی ضرورتوں پر ایسے شخص کی ضرورتوں کو ترجیح دی جو اسلام میں بہت بڑا زاہد اور صاحبِ ایمان صحابی رسول ہے۔

اس گفتگو کے بعد حضرت علی علیہ السلام مسجد میں چلے آئے اور نماز ظہر و عصر و مغرب حضرت رسول خدا کے ساتھ پڑھی نماز مغرب سے فارغ ہو کر جناب رسولخدا حضرت علی کے قریب آئے آپ اسوقت بھوک کی شدت سے فرش مسجد پر لیٹ رہے تھے حضرت نے پاؤں کے اشارے سے کہا اے علی اٹھو۔ آپ فوراً اٹھ بیٹھے اور حضرت کے پیچھے پیچھے چلے، جب دروازہ مسجد پر پہنچے تو حضرت کو سلام کر کے گھر میں جانا چاہا۔ آپ نے فرمایا آج تمھارے یہاں کچھ کھانے کو ہے کہ میں چلکر کھاؤں؟ جناب امیر نے فرط حیا سے سر جھکا لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ آنحضرت بذریعہ وحی پورے حال سے مطلع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا یا علی جواب کیوں نہیں دیتے۔ چپ کیوں ہو؟ انکار کرو تو میں پھر جاؤں۔ اقرار کرو تو چلا چلوں۔ جناب امیر نے عرض کی ...

تو آپ کھانے کے ساتھ کھیلتا ہی ہوں۔ چنانچہ آپ حضرت علی کا ہاتھ پکڑے ہوئے
گھر میں داخل ہوئے، دیکھا کہ جناب سیّدہ نماز میں مشغول ہیں دونوں صاحب
نماز سے فارغ ہونے کا انتظار فرماتے رہے جناب سیدہ نے نماز ختم کر کے
دیکھا تو آپکے پہلو میں ایک کاسہ تازہ اور لطیف کھانے سے بھرا ہوا رکھا ہے
آپ نے اسکی طرف کچھ توجہ نہ فرمائی اور مصلے سے اٹھکر حضرت کی خدمت میں
حاضر ہوئیں اور سلام عرض کیا۔ حضرت نے شفقت سے سر پر ہاتھ رکھکر
پوچھا کہ بیٹی کیا حال ہے۔ عرض کی خدا کا شکر ہے فرمایا کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ
یہ سنتے ہی جناب سیدہ فوراً اٹھیں اور غذا سے بھرا ہوا کاسہ سامنے لا رکھا
جناب امیر نے بڑے تعجب سے سیدہ کی طرف دیکھا اور فرمایا تم نے تو مجھ سے
قسم کھا کر کہتا تھا کہ دو وقت سے گھر میں کچھ کھانے کو نہیں ہے
پھر یہ کھانا کہاں سے لے آئیں۔ یہ سنکر انھوں نے اپنا سر آسمان کیطرف
اٹھا کر کہا پروردگارا تو خوب واقف ہے کہ میری قسم سچی ہے۔ حضرت علی
نے پوچھا پھر یہ کھانا کہاں سے آگیا؟ حضرت رسولخدا نے فرمایا! اے علی یہ
خدا کی طرف سے ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسوقت تک
زندہ رکھا کہ میں نے تم کو بمنزلہ حضرت زکریا اور فاطمہ کو بمنزلہ مریم بنت عمران
دیکھ لیا۔ اے علی! یہ عوض اس دینار کا ہے جو تم نے مقداد کو دیا تھا اور
یہ جزا تمھارے اس عمل نیک کی ہے اور خدا جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی
عطا فرماتا ہے (جلاء العیون۔ کشف الغمّہ۔ امالی شیخ طوسی)

نجاشی بادشاہ حبشہ نے ایک زرتار چادر حضرت رسولخدا کی خدمت
میں ہدیہ بھیجی۔ آپ نے اُسے قبول کر لیا اور فرمایا یہ چادر میں اس شخص کو
دونگا جو خدا و رسول کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول اسکو دوست رکھتے ہیں
یہ سنکر بہت سے اصحاب کے دل میں یہ آرزو ہوئی کہ یہ چادر ہم کو مل جاتی لیکن

آنحضرت نے فرمایا علی کہاں ہیں؟ آپ اسوقت گھر میں تشریف رکھتے تھے
عمار یاسر دوڑے گئے اور حضرت علی سے یہ واقعہ بیان کیا۔ جب وہ گھر سے
چلنے لگے تو جناب سیدہ نے کہا ہم اتنی بیش قیمت چادر لیکر کیا کریں گے بہتر ہے
کہ جس خدا نے ہمیں ایسی بیش قیمت چیز عطا فرمائی ہے وہ ہم اسی خدا کی راہ
میں صرف کردیں، سیدہ عالم کی یہ رائے سنکر جناب امیر علیہ السلام مسجد میں
تشریف لائے۔ حضرت رسولخدا نے وہ چادر آپ کو دیکر فرمایا کہ تم ہی اس
چادر کے سب سے زیادہ مستحق ہو، حضرت علی اس چادر کو لیکر مسجد سے باہر
آئے اور اسکا ایک ایک تار جدا کرکے مہاجرین و انصار پر تقسیم فرما دیا۔
اور اپنے لئے اس میں سے کچھ نہ رکھا۔ جب گھر میں واپس آئے تو جناب سیدہ
سے تمام ماجرا بیان کیا۔ اس روز بھی آپ کے گھر فاقہ تھا دوسرے دن جناب
رسولخدا تشریف لائے اور کچھ کھانے کی خواہش کی، آپ نے شرم سے گردن
جھکالی۔ آنحضرت نے فرمایا کہ کل خدا نے تم کو تین ہزار مثقال طلا عنایت
فرمایا ہے، لہٰذا اس میں سے آج میری اور میرے صحابہ کی دعوت کرو۔
جناب امیر علیہ السلام خاموش ہو کر جناب سیدہ کے پاس آئے دیکھا کہ ایک
بڑے کاسہ میں بہت سی تازہ روٹیاں اور گوشت رکھا ہوا ہے۔ جناب سیدہ
نے کہا کہ اسے لیجاؤ اور باہر تمام مہمانوں کو کھلاؤ۔ آپ نے اسے لیجا کر حضرت
رسول خدا کے سامنے رکھدیا۔ حضرت اُسے دیکھکر بہت خوش ہوئے اور جناب
سیدہ سے آکر پوچھا کہ بیٹی یہ غذا تم نے کہاں سے پائی۔ عرض کی یہ خدا کیطرف
سے ہے اور خدا جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے، یہ سنکر آپ نے شکر خدا کیا
اور فرمایا۔ آج میں نے خدا کے فضل سے اپنی بیٹی کے پاس خدا کی وہ نعمتیں
موجود دیکھ لیں جو ذکریا نے مریم بنت عمران کے پاس گزشتہ زمانے میں ملاحظہ

تفسیر کشاف میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسنین علیہما السلام بیمار ہوئے۔ جناب رسولخدا۔ ابوبکر و عمر کو ساتھ لیکر اُن کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ صحابہ نے عرض کی اے ابوالحسن! اگر آپ اپنے بچوں کی صحت کے لئے نذر مانتے تو بہتر تھا۔ پس جناب امیر حضرت فاطمہ اور حضرت فِضّہ آپ کی خادمہ نے تین تین روزوں کی نذر مانی حسنین علیہما السلام نے بھی اس نذر میں شرکت کی پس جب دونوں صاحبزادے صحت پا گئے تو سب نے روزے رکھے۔ گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔ جناب امیر علیہ السلام نے شمعون یہودی سے تین صاع گیہوں قرض لئے، اس میں سے ایک صاع گیہوں لیکر جناب سیدہ نے پیسے اور اسکی پانچ روٹیاں گھر کے آدمیوں کے شمار کے مطابق پکائیں۔ جونہی سب نے افطار کرنے کی نیت سے روٹیاں اپنے اپنے ہاتھوں میں اُٹھائیں، ایک سائل نے دروازے پر آواز دی۔ اے اہلبیت رسول! میرا آپ پر سلام ہو، میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کچھ کھانا کھلاؤ خدا تمھیں جنت کی نعمتوں سے سیر کرے، سب نے اپنی اپنی روٹی اٹھائی اور اس کو لا لاکر دیدی۔ پانی سے افطار کر کے سو رہے، دوسرے دن پھر روزے رکھے شام کو افطار کے لئے جب پھر کھانا سامنے آیا تو ایک سائل نے آواز دی کہ میں یتیم ہوں، پھر سب نے اپنا اپنا کھانا اُسے دیدیا اور پانی سے افطار کر کے سو رہے۔ تیسرے روز پھر روزہ ہوا اور اس دن کا کھانا ایک قیدی کو بخش دیا گیا۔ صبح کو جناب امیر علیہ السلام حسنین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑ کر جناب رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بھوک کی شدت سے اُن کا پیٹ پیٹھ سے لگ گیا تھا۔ اور دونوں کے پاؤں مرغ کے چوزوں کی طرح کانپ رہے تھے، حضرت نے اُن کو دیکھ کر فرمایا۔ یا علی! ان کی یہ کیا حالت ہو رہی ہے

... عجیب ... ہو گیا ہے، پھر حضرت رسولخدا بچوں کو ساتھ لئے ہوئے حضرت سیدہ کے پاس آئے، ان کو محراب عبادت میں کھڑے دیکھا لیکن بھوک سے انکا حال بھی بہت غیر تھا، آنکھوں میں ضعف سے حلقے پڑ گئے تھے، یہ دیکھکر حضرت کا صدمہ سے عجب حال ہوا، اسی وقت جبریل امین تشریف لائے اور کہنے لگے کہ خداوند عالم بعد تحفۂ درود وسلام ارشاد فرماتا ہے کہ اپنے اہلبیت کو ہماری رضامندی کی خوش خبری دو اور یہ آیات پڑھکر سناؤ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا الخ

جناب سیدہ کا یہ معمول تھا کہ صبح و شام اپنے آس پاس کے گھروں میں یہ دیکھنے جاتی تھیں کہ کچھ کھانا پکایا ہے یا نہیں۔ اگر کام کاج کی مصروفیت میں تشریف نہ لے جاسکتی تھیں تو اپنے گھر ہی میں سے دریافت کرلیا کرتی تھیں اگر یہ پتہ چلتا تھا کہ کسی کے یہاں فاقہ ہے تو اس دن اپنے یہاں جو کچھ پکاتی تھیں پہلے وہاں دے آتی تھیں تب اپنے بال بچوں کو کھلاتی تھیں۔

۶۔ حضرت فاطمہ کی شرم وحیا

حضرت سیدہؑ فرمایا کرتی تھیں کہ بغیر کسی شدید ضرورت کے ایک عورت کو بھی دوسری عورت کو برہنہ نہ دیکھنا چاہیئے نہ دو عورتوں کو ننگے بدن ایک چادر میں لیٹنا چاہیئے، اگر کوئی عورت کسی عورت کو برہنہ دیکھ لے تو اپنے شوہر کے سامنے اسکے اعضا اور اسکے بدن کی بناوٹ کی تعریف نہ کرنی چاہیئے اسی حیا کا تقاضا تھا کہ آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ رات کو اٹھایا جائے اور رات کے وقت بھی اس پر پردہ ڈالا جائے (سیرۃ فاطمہ)

ایک مرتبہ حضرت رسولخدا نے جناب امیر علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ

جناب سیدہ کے پاس آئے تو اس سوال کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا سب سے
اچھی صفت عورت کی یہ ہے کہ نہ وہ کسی غیر مرد کو دیکھے اور نہ کوئی غیر مرد اسے
دیکھنے پائے۔ جب حضرت رسولخداؐ نے جناب سیدہ کا یہ جواب سنا تو فرمایا
"فاطمہ دنیا کی تمام عورتوں کی سردار ہے (سیرۃ فاطمہ)

ایک بار عبداللہ ابن مکتوم حضرت رسولخداؐ کے اندھے صحابی کسی ضرورت
سے حضرت رسول خداؐ کو تلاش کرتے ہوئے جناب سیدہؑ کے گھر میں چلے آئے
جناب سیدہ ان کو دیکھکر چھپ گئیں۔ کسی نے کہا۔ ابن مکتوم تو نابینا ہیں تم ان سے
کیوں چھپیں۔ فرمایا وہ اندھے تھے لیکن میں تو اندھی نہ تھی کہ نامحرم کو دیکھتی رہتی
مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک بار حضرت رسولخداؐ ایک نابالغ غلام کے ساتھ جسے
آپ نے حضرت سیدہ کو ہبہ کر دیا تھا آپ کے گھر تشریف لائے حضرت فاطمہ
اسوقت ایسا چھوٹا کپڑا اوڑھے تھیں کہ اگر اس سے سر ڈھانکتی تھیں تو وہ
پیروں تک نہ پہنچتا تھا اور اگر پیر ڈھانکتی تھیں تو سر کھل جاتا تھا۔ آپ نہایت
اضطراب میں اس کپڑے سے سارا بدن چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں حضرت
رسولخداؐ نے فرمایا۔ بیٹی پریشان مت ہو جس سے تم شرما رہی ہو وہ تمھارا باپ
ہے اور تمھارا نابالغ غلام۔

۷۔ حضرت فاطمہؑ کے خلق عظیم کی ایک بے نظیر مثال

شمعون یہودی جو حضرت فاطمہ کی ردا کی برکت سے مسلمان ہو گیا تھا
اور اس وجہ سے اسکو تمام یہودیوں نے چھوڑ دیا تھا اور ہر قسم کے تعلقات
قطع کر دیے تھے، نہ کوئی اسکے پاس آتا تھا نہ اسکے ہاتھ کسی چیز کو فروخت کرتا
تھا۔ اس جرم میں نہ معلوم کیا کیا ظلم اس بیچارے پر کیے گئے، اسی مصیبت
کے زمانے میں اسکی بی بی نے قضا کی، رات کا وقت تھا اور تاریکی بہت

تھی شمعون بیچارہ محلہ میں گھر گھر ہو آیا مگر کوئی اس مصیبت میں اسکی مدد کرنے کے لئے اپنے گھر سے باہر نہ نکلا۔ جب حضرت سیدہ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ اسی تاریکی، سرد ہوا اور رات کے سناٹے میں شمعون کے گھر تشریف لے گئیں۔ اسکی بی بی کی میت اسوقت تک بے سروسامانی کی حالت میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے خود اس میت کو اٹھایا غسل دیا اور اپنے ہی دست مبارک سے اسکو کفن پہنایا اور تمام کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیکر جنازہ تیار کر دیا۔

۸- حضرت فاطمہؑ کے خطبے

جناب سیدہ کے جو خطبے کتابوں میں نقل ہیں ان کو پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو عربی زبان پر کس درجہ قابو حاصل تھا اور علم فصاحت و بلاغت میں کیسی بے مثل و نظیر مشق و مہارت تھی۔ کلام کیا ہے حقایق و معارف کا دریا موجیں مار رہا ہے۔ ہم ذیل میں صرف دو خطبوں کا مفہوم اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں دکھاتے ہیں جن سے صرف مطالب پر آگاہی ہو سکتی ہے نہ کہ قدرت زبان پر۔

(۱)

جب فدک آپ سے چھین لیا گیا تو مسجد رسول میں جا کر پس پردہ تمام مہاجرین و انصار کے سامنے آپ نے ذیل کا خطبہ پڑھا جو کتاب کشف الغمہ میں بتمامہ موجود ہے

میں اس ذات پاک کی تعریف کرتی ہوں جسکے لئے ہر طرح کی حمد و بزرگی زیبا ہے، میں اسکی حمد کرتی ہوں اُن نعمتوں پر جو اُس نے مجھے عطا

شاکر ہی ہوں ان عالم نموں پر جنکے دریا بیرے اور بہائے اور
جن کا شمار میرے امکان سے باہر ہے کسی کی کیا طاقت کہ اسکی
نعمتوں کا شکر ادا کر سکے، میں گواہی دیتی ہوں اس بات کی کہ
اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، وہ ایسا
ہے کہ نہ آنکھیں اسکو دیکھ سکتی ہیں نہ زبانیں اسکی ثنا و صفت
کر سکتی ہیں۔ نہ لوگوں کے وہم اس تک پہنچ سکتے ہیں، اس نے بغیر
کسی نمونے کے دیکھے ہوئے تمام چیزوں کو پیدا کیا لیکن نہ اپنے
فائدے کے لئے بلکہ اپنی قدرت کے اظہار کی غرض سے اس نے
اطاعت کرنے والوں کے لئے ثواب قرار دیا اور گنہگاروں کے
لئے عذاب۔

میں گواہی دیتی ہوں اس بات کی کہ میرے باپ محمد خدا کے
بندے اور اسکے رسول تھے، خدا نے انکو تمام انبیا میں سے چن
لیا تھا اور ان کا نور اسوقت پیدا کیا تھا جب تمام مخلوق پردۂ
غیب میں تھی، لوگ دنیا میں بتوں کو پوجتے تھے آگ کو معبود
جانتے تھے، نیکیوں سے کوسوں دور اور برائیوں سے گھرے
ہوئے تھے، میرے باپ کے ذریعہ سے خدا نے ان کی ہدایت کی
خدا نے اپنے رسول پر فرشتوں کے ذریعہ سے وحی نازل کی۔

اے خدا کے بندو! تم خدا کے امر و نہی کے قائم رکھنے والے
بنو کتاب خدا کے اٹھانے والے بنو۔ اور اپنے نفسوں پر اللہ کی
طرف سے امین بنو۔ خدا کے ساتھ تمھارا کچھ معاہدہ ہے کتاب خدا
تمھارے معاملات کا فیصلہ کرنے والی ہے اسی میں خدا نے اپنے
احکام تم سے متعلق کئے ہیں۔

نماز فرض کی کہ تم تکبر سے بچو۔ زکوۃ فرض کی کہ تمھارے رزق میں زیادتی ہو۔ روزہ فرض کیا کہ تمھارا اخلاص بڑھے حج فرض کیا کہ دین کی شان نظر آوے، عدل کا حکم دیا کہ تمھارا انتظام قائم رہے، جہاد فرض کیا کہ اسلام کی عزت باقی رہے، صبر کی تعلیم دی کہ تمھاری دعا قبول ہونے میں مدد کرے۔ نیکیوں کے بجالانے کا حکم دیا کہ تمدن میں خرابی پیدا نہ ہو۔ والدین سے نیک سلوک کا حکم دیا کہ تم میں احسان شناسی ہو، قصاص کا حکم دیا کہ خونریزی سے رک جاؤ۔ نذر وفا کرنے کا حکم دیا کہ تمھاری بخشش ہو۔ پورا تولنے کا حکم دیا کہ دوسروں کو تم سے نفرت نہ ہو۔ شوہر دار عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا کہ لعنت سے محفوظ رہو، شراب پینے سے روکا کہ بدکاریوں کیطرف قدم نہ بڑھاؤ۔ چوری سے روکا کہ پرہیزگار بنے رہو۔ یتیموں کے مال کھانے سے منع کیا کہ ظلم سے دور رہو، احکام میں عدل کا حکم دیا کہ رعایا تم سے مانوس رہے۔ شرک سے بچایا کہ خدا سے خلوص باقی رہے۔ پس اے مسلمانو! خدا سے ڈرو جو ڈرنے کا حق ہے اور اطاعت کرو جن امور میں اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

مسلمانو! میں فاطمہ بنت محمد جو کچھ تم سے کہہ رہی ہوں محض خلوص اور سچائی کے ساتھ کہہ رہی ہوں نہ کہ کسی کینہ کی بنا پر۔ خدا نے تمھاری طرف ایسا رسول بھیجا تھا جس پر تمھاری ذرا سی تکلیف بھی شاق گذرتی تھی اور جو تمھاری بھلائی کے بارہ میں حریص تھا اور مومنوں پر رحیم و مہربان تھا۔ اگر تم اسکا پوسا دو تو پا مجھے دو کہ وہ میرے باپ

نہ کہ تم میں سے کسی کے۔

کیا تم بھول گئے کہ میرے باپ نے کیا کیا تھا۔ انھوں نے مشرکوں کی سرکوبی کی۔ بت پرستی کی بنیاد اکھاڑی، لوگوں کو حکمت و نصیحت کے ساتھ خدا کی طرف بلایا۔ بتوں کو توڑا۔ مشرکوں کی جماعت کو شکست دی کفر کی تاریکی کو دور کر کے دنیا میں ایمان کا نور پھیلایا، دین کا بول بالا کیا شیاطین کے مکروں کو توڑا اور اپنے بعد ہدایت کے لئے کچھ ایسے لوگ چھوڑے جنکو خدا نے ہر قسم کی ظاہری و باطنی نجاست سے دور رکھا ہے تم تو بالکل دوزخ کے کنارے پر کھڑے تھے اور دنیا کی کون سی برائی تھی جو تم میں نہ تھی اور کون سی ذلت تھی جو تم تک نہ پہونچ چکی تھی، پس خدا نے اپنے نبی کے ذریعے سے تم کو ذلت و گمراہی کے گڑھے سے نکالا، تم ان کی وجہ سے بجائے جنگجو ہونے کے صلح پسند ہو گئے، بجائے گمراہ ہونے کے صاحب ہدایت بن گئے، تمھارے نفاق دور ہو گئے اسلامی برکات نے تم پر سایہ ڈالا۔

اے مسلمانو! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ میرے لئے میراث نہیں؟ تم نے عمداً کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور اسکی کھلی ہوئی آیات کو پس پشت ڈالدیا۔ خدا قرآن میں فرماتا ہے وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ (سلیمان داؤد کے وارث ہوئے) اور حضرت زکریا کی یہ دعا ذکر کرتا ہے رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ (خداوندا مجھے ایک ولی ایسا عطا کر جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو) اور فرماتا ہے:۔ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (خدا تمھاری اولاد کے بارہ میں وصیت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ عورت سے دونا ہے) تو کیا تمھارا یہ خیال ہے کہ باپ کے مال میں میرا کوئی حق نہیں؟ کیا قرآن میں ایسی

... میرے باپ کو اس ... سے خارج کر دے یا تم میرے باپ
سے زیادہ علم قرآن رکھنے والے ہو، یا تم اسلام میں رہ کر پھر کفر کے قاعدوں
کی طرف رجوع کر گئے۔

کیوں اے ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر) تمھارے باپ تمھارے لئے میراث
چھوڑیں اور میرے باپ میرے لئے نہ چھوڑیں، کیا یہ عجیب بات نہیں
ہے کہ یہ تمھارا فیصلہ بہت بُرا ہے، قیامت کے دن سے ڈرو وہاں خدا
حاکم کرنیوالا ہوگا اور محمد موجود ہونگے یقیناً روز قیامت باطل پرستوں
کے لئے گھاٹا ہے۔ تم کو بہت جلد معلوم ہوجائیگا کہ عذاب کی رسوائی کس
پر آتی ہے۔ پھر اپنے پدر بزرگوار کی قبر کیطرف رخ کر کے فرمایا:۔

بابا جان آپ کے بعد بڑے بڑے دردناک امور واقع ہوئے۔ اگر
آپ موجود ہوتے تو یہ مصیبتیں نازل نہ ہوتیں، آپ کی موت سے ہمکو
وہی نقصان پہونچا جو موسلا دہار بارش کھو کر زمین کو پہنچا کرتا ہے
آپ کے مرتے ہی آپ کی قوم کی ہم سے آنکھیں بدل گئیں۔ پھر انصار
سے خطاب کیا:۔

اے دین اسلام کے مددگارو! دین محمدی کے پشت پناہو!
میری نصرت و مدد میں اسقدر سُستی کیوں ہے؟ کیا اولاد رسول کے
حقوق کی حفاظت تم پر لازم نہیں۔ تم نے کیسے جلدی رسول کی باتیں
بھلا دیں۔ کتنے جلدی تمھارے حالت میں انقلاب واقع ہوگیا۔ کیا
رسول کے مرتے ہی تم پھر اپنے قدیم دین کیطرف لوٹ گئے؟ تمھارا یہ
پلٹ جانا خدا کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا۔ کیوں اے انصارو!
کیا تم میرے باپ کی میراث کو میری موجودگی میں ہضم کرنا چاہتے ہو

میرے باپ نے تمھیں کیا بنادیا؟ ایمان قبول کرنے کے بعد افسوس تم اپنے عہد سے پھر گئے، کیا تم نے اُن لوگوں سے جنگ نہیں کی تھی جو تمھارے رسول سے عہد کر کے پھر گئے تھے۔ پھر اب تم کیوں خاموش ہو۔ خلاف عہد کرنیوالوں سے کیوں نہیں لڑتے؟ کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ ڈرنا تو خدا سے چاہیئے اگر تم صاحب ایمان ہو۔

اے گروہ انصار! تم بہت پستی کی طرف جا رہے ہو۔ آگاہ ہو اگر تم اور تمام روئے زمین کے رہنے والے بھی کفر اختیار کرلیں تو خدا کو تمھارے ایمان کی مطلق پروا نہیں۔ یاد رکھو ایک دن تم سے ان باتوں کی بازپرس ضرور ہونی ہے۔ ڈرو اس دوزخ کی آگ سے جو انسان کے دلوں کو جھلسنے والی ہو گی۔

بتاؤ تو خدا کے سامنے کیا جواب دو گے؟ عنقریب ظالم دیکھ لینگے کہ انھوں نے اپنے ظلم کا کیا بدلہ پایا۔ میں تمھارے رسول کی بیٹی تمھارے سامنے اپنے مظالم کی شکایت کر رہی ہوں پس سوچو تم کو میرے ساتھ کیا کرنا چاہیئے تھا اور کیا کر رہے ہو۔ (کشف الغمہ)

(۲)

جب جناب سیدہ مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو مہاجرین و انصار کی عورتیں عیادت کے لئے آئیں اور انھوں نے مزاج پرسی کی۔ رسول زادی کے دل کے پھپھولے ذرا سی ٹھیس لگتے ہی بہ نکلے اور دل کا درد ان الفاظ میں ظاہر ہوا

میرا حال کیا پوچھتی ہو خدا کی قسم میں تمھاری دنیا سے بیزار ہوں تمھارے مردوں سے بیکارہ ہوں میں نے انھیں خوب آزما لیا، اُن کے دلوں سے ہماری محبت و عزت نکل گئی، دین کی وقعت جاتی رہی ان کی رائیں کج ہو گئیں، وہ خواہشات کے بندے بن گئے۔ خدا کا

[illegible] انھوں نے
رسالت کی بنیادوں میں تزلزل ڈالدیا۔ قواعد نبوت کو توڑ دیا دین
کو چھوڑ کر دنیا کی طرف آگئے۔ انھوں نے ابوالحسن کا ساتھ چھوڑ دیا
انکی ہلاکت کی تدبیریں کرنے لگے، رسوائی کے موقعے ڈھونڈھنے لگے
بخدا اگر وہ اپنے کرتوتوں پر غور کرتے تو بہت شرماتے، بہت چھپاتے
اگر وہ عقل سے کام لیتے تو انھیں سچے اور جھوٹے میں بہت جلد تمیز
ہوجاتی، زاہد اور دنیا پرست کے درمیان فرق معلوم ہوجاتا۔
کاش انھیں یہ سمجھنے کا ہوش ہوتا کہ وہ کیسی کمزور بات پر اعتماد کئے
ہوئے ہیں کس گروہ کو انھوں نے چھوڑا ہے اور کس سے رشتہ
جوڑا ہے۔ ظالموں کو بہت جلد انکی برائی کا بدلہ ملنے والا ہے۔
ہلاکت ہے اس قوم کے لئے جو برائی کرکے اسکو اچھائی سمجھے بیشک
وہ لوگ مفسد ہیں لیکن انھیں سمجھنے کا شعور ہی نہیں جو حق کی ہدایت
کرنے والا ہو وہی پیروی کا سزاوار ہے، تم دنیا میں اطمینانی
سانس لینے کو غنیمت سمجھ بیٹھے ہو لیکن اسکی خبر نہیں کہ عذاب الٰہی
تمھارے سروں پر منڈلا رہا ہے۔ افسوس تمھاری یہ کیا حالت
ہوگئی (منقول از نوادر الادب)

حمائل شریف

مترجمہ مولانا حافظ فرمان علی صاحب قبلہ رحمہ اللہ

ہندوستان میں یہ اُردو، بامحاورہ صحیح ترجمہ نہایت مقبول ہے
علماء فضلاء، واعظین انگریزی تعلیم یافتہ سب ہی اسکے دلدادہ ہیں

اسلامی مستند مفسرین و مورخین جو تفسیرون کے دریا بہا گئے ہیں مترجم نے اُن کو سمیٹ کر (مع حوالہ صفحہ وسطر) کوزے میں بند کر دیا ہے

اس حمائل شریف میں نہایت مفید انڈکس بھی شامل ہے جس سے آپ مطلوبہ آیت نہایت سہولت سے فوراً نکال سکتے ہیں

یہ حمائل شریف ۲۰ + ۳۰ 1/16 ۱۹ پونڈ سفید چکنے کاغذ پر چھاپی گئی ہے، جسکی لوح پیشانی پرانے آرٹ کے نمونہ پر رنگین طلائی ۵ رنگ سے نہایت خوشنما چھپی ہے اور پوری حمائل شریف حنا شدہ ہے (زرد پٹیوں پر سیاہ حرف)

اس حمائل شریف کا قلم اتنا واضح ہے کہ ضعیف البصر بھی آسانی سے پڑھ سکیں چھپائی اتنی صاف ہے کہ کارکنان نظامی پریس کو ناز ہے
باوجود ایک ہزار صفحات سے زائد ہونے کے حجم نہایت موزوں و مناسب ہے

ھدیہ:- ہندوستان میں کوئی حمائل شریف (مترجم و محشیٰ) عمدہ چھپی ہوئی اتنے کم ھدیہ میں نہیں ملے گی۔ **مجلد**... (حنا شدہ) ۶/ علاوہ محصولڈاک

کیس:- ہمنے اس حمائل شریف کیلئے لکڑی کے بکس بنوائے ہیں جنمیں دیرہ نہایت خوشنما اری، اندر ریشمی بٹن اور مخمل منڈھی ہے جیسے زیورات کے بکس ہوتے ہیں جسکے قبضہ اور کھٹکہ نہایت خوشنما ہیں قیمت..... ۸/

ملنے کا پتہ **نظامی پریس لکھنؤ** آہنی پھاٹک یا نالہ

نفیسیه وقف
کتب

۴۲۲۶

۴۲۲۶

۴۲۲۶ ۱۴ ۲۶
سبک طا (۳)
حساب
۳ ۳
لاالف حساب محمود ۱۰۱
ازطفرا

کامل تشریح و تفصیل

بہ متعلق غزوہ تبوک

القلم فرمادیا ہے

گئے ہیں۔ ان مقامات

مولانا شبلی صاحب کا

انکشاف سے رکھا ہے وہاں

لطف اور کافی اسناد

اسقدر مقبول ہے

ختم تھیں لیکن

طبع ہوئی اور

صرف چند جلدیں

اسوۃ الرسو

سوانحعمری حض

مولفہ

یہ کتاب تاریخی اور ادبی

مہد سے لیکر لحد تک

لکھے گئے ہیں۔ طرز بیان کی

فعال رکھتی ہیں چھوٹے چھوٹے نفس

بڑے واقعات کی تفصیل۔ اہم حقیقتوں کی

بیچیدہ واقعات کی تصریح۔ اکثر مقامات اس حسن

گئے ہیں ... پڑھنے یہ مجبور ہو جاتے ہیں

قیمت بلحاظ کاغذ ... مجلد ... ۱۰

سوانح آل ہاشم مولفہ میر کاظم علی صاحب ۲

میر کاظم علی صاحب ۱

منقولات و تفصیلات

صحیحہ کے مطابق کیں دل

منیجر نظامی پریس لکھنؤ آہنی پھاٹک